مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماھنامہ
نقوش اسلام

Issue.No .13	مارچ ۲۰۰۷ء (March ,2007) صفر ۱۴۲۸ھ	VOL.No. 2

زیر سرپرستی

- مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
- ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
- عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری

مجلس مشاورت

- مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
- مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
- مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
- مولانا محمد صالح جی
- مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی
- مولانا حافظ محمد ایوب کاڑوا
- الحاج موسیٰ بھائی درسوت
- مولانا محمد اختر قاسمی

مجلس ادارت

- مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی
- مولانا محمد عمر قاسمی
- مولانا محمد ساجد عزیزی قاسمی
- مولانا محمد نظام الدین ندوی

چیف ایڈیٹر
محمد مسعود عزیزی ندوی

سب ایڈیٹر
محمد ارشد فیضی
9758636871

مدیر انتظامی
حافظ عبدالستار عزیزی

مدیر معاون
ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

NUQOOSH-E-ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA.Ph.0132.2775452.Cell.09719831058

نقوش اسلام، مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفر آباد، سہارنپور (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے
فی شمارہ........................۱۰ روپے
سالانہ........................۱۰۰ روپے
خصوصی ....۳۰۰۰ روپے
ایشیائی، یورپی افریقی وامریکی ممالک کے لیے ۲۰ ڈالر

PRINTED PUBLISHED AND OWNED BY MOHD.MASOOD AZIZI NADWI
PRINTED AT UNION PRESS DEOBAND AND PUBLISHED AT MUZAFFARABAD SRE
EDITOR:MOHD. MASOOD AZIZI NADWI

npage24\A017 not found. Border\BISMIL01\001. not found. npage24\A017 not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
مسلمانوں بیدار ہوجاؤ ورنہ............	محمد مسعود عزیزی ندوی	
اسلامیات		۶
عہد آخر میں اسلامی معاشرہ......	مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاںؒ	
دعوت فکر		۹
دور حاضر کے حکام اوران کے دعوے	حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی	
بیانات		۱۱
قرآن ایک دائمی معجزہ ہے	مولانا عبداللہ حسنی ندوی	
اقبالیات		۱۴
روح امم کی حیات کشمکش انقلاب	محمد بدیع الزماں	
جائزہ		۱۷
یورپ کی بھیانک مذہبی عدالت کی سرگزشت	محمد زکریا ورک	
ایمان کی بادبہاری		۲۱
سبھاش شنکر لال سے............	ڈاکٹر خلیل الدین شجاع الدین	
مکتوبات اکابر		۲۵
مکتوبات مسیح الامت......	محمد مسعود عزیزی ندوی	
لمحۂ فکریہ		۲۸
امن وسکون کس طرح حاصل ہوگا	مولانا اسرار الحق قاسمی	
تجزیہ		۳۰
امت مسلمہ کی مشکلات اوران کا حل	محمد ارشد فیضی	
دینی فریضہ		۳۴
اس اہم رکن سے اتنی غفلت کیوں؟	حمید اللہ قاسمی کبیرنگری	
راہ فلاح		۲۶
کامیابی کا معیار	مولانا محمد نظام الدین ندوی	
جنت کی جھلکیاں		۳۸
جنت کی سیر	حضرت مولانا محمد عمر مجاہد پوری	
کشکول		۴۵
تمہارا ایمان ہرگز صحیح نہیں	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	
تبصرے		
نئی کتابوں پر تبصرہ	مولانا محمد نظام الدین ندوی	
مراسلات		
آپ کے خطوط		
حالات حاضرہ		
عالمی خبریں	حافظ عبدالستار عزیزی	

E.mail:masood_azizi@rediffmail.com --------- nuqooshe_islam@yahoo.com

پرنٹر پبلیشر محمد مسعود عزیزی ندوی نے یونین آفسٹ پریس دیوبند میں طبع کرا کے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائینیگ: حمید اللہ قاسمی رابطہ کے لیے 9719639955 ☆ عزیزی کمپیوٹر سنٹر، مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

اداریہ

مسلمانوں بیدار ہو جاؤ ورنہ............

محمد مسعود عزیزی ندوی

اس وقت عالمی پیمانے پر مسلمانوں کو مختلف حالات سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے، مسلمان چاہے اسلامی ممالک میں رہتے ہوں، یا غیر اسلامی میں، ہر جگہ ان کو خطرہ لاحق ہے، کس وقت کیا بات پیش آ جائے کچھ کہا نہیں جاسکتا، گھر سے نکلنے کے بعد وہ مسجد جا رہا ہو، یا مدرسہ و اسکول میں یا کالج و یونیورسٹی میں، بازار میں یا دفتر میں، جنگل میں یا کھیت میں یا کہیں سفر پر جا رہا ہو، تو اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہے، کہ وہ صحیح و سالم گھر لوٹ آئے، معلوم نہیں اس کو کہاں کس جرم میں، کس شبہ میں پکڑ لیا جائے، اس کو قتل کر دیا جائے، یا جیل کی سلاخوں میں ڈال دیا جائے، یا بیجا بازپرسی میں معلق کر دیا جائے، ریمانڈ پر لے لیا جائے، اس کے نازک جسم پر تشدد اور ٹارچر کیا جائے اور بغیر گناہ کے اقبال جرم کرایا جائے اور مستحق سزا قرار دیا جائے، یا کسی بم دھماکے میں اڑا دیا جائے، غرضیکہ اس وقت مسلمان دنیا کی منڈی میں بے قیمت، بے اثر اور اس کی کثرت کی حیثیت ایسی ہے جیسے دسترخوان پر روٹی اور بوٹی کی۔

جب سنجیدگی سے مسلمانوں کی اس کسمپرسی اور قابل رحم حالت پر غور کیا جاتا ہے تو یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ جب جب بھی مسلمانوں نے آسمانی ہدایات سے عملی رشتہ توڑا ہے، یا توڑنے کی پوزیشن میں ہوئے ہیں تو ان کو منہ کی کھانی پڑی اور ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ تم (دنیا کی منڈی میں) پھسل جاؤ گے، اور تمہاری ہوائیں کھسک جائیں گی اور (اہل دنیا کی مصیبتوں اور آزمائشوں پر ثابت قدم رہو) صبر کرو، جب اس آیت کے تناظر میں ہم اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیتے ہیں، تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے گھروں میں جھگڑا، ہمارے بھائی بہنوں میں جھگڑا، ہماری زراعت میں جھگڑا، تجارت میں جھگڑا، مدارسوں میں تنازع، استاذ شاگرد میں ٹکراؤ، اہل مدارس میں چپقلش، علماء میں رنجش، محلّہ میں ایک دوسرے کو دیکھ کر تصادم، عہدہ داروں میں بھی ایک دوسرے کا احترام نہیں، پورے معاشرے میں تنازع اور کشمکش گھن کی طرح لگا ہوا ہے، یہاں تک کہ اسلامی حکمرانوں میں اتحاد نہیں، وہ ایک دوسرے کی عزت کو خاک میں ملانے کی کوشش میں ہیں۔

اخلاقیات کا اگر جائزہ لیا جائے تو جانور بھی شرما جائیں، بازار ہی کو لیجئے آپ کسی مسلمان کی دوکان پر چلے جائیں اور کسی چیز کا بھاؤ تاؤ کریں، پھر دیکھئے مسلم تاجر کے نخرے اور غیر مسلم کی دوکان پر چلے جایئے پھر دیکھئے اس کے اخلاق کا مظاہرہ، آپ اس سے

چیز لیں یا نہ لیں، مگر اس کا شکریہ ادا کرتے نہ تھکیں گے، کسی سرکاری دفتر میں جائیے، پہلی بات تو افسر مسلمان ہوتا ہی نہیں، اگر کہیں کسی پوسٹ پر مسلمان ہے بھی، تو اس سے بات کرنا مہابھارت ہے، اس کے برخلاف کسی ہندو افسر کے پاس جائیے اگر وہ متعصب نہیں یا اس کو آپ سے خدائی بیر نہیں تو پھر اس کا انداز گفتگو دیکھنے کے قابل ہے، گو کہ اس کو آپ سے رشوت لینی ہے، مگر آپ کو کام کی زیادہ امید ہے، اسی طرح آپ کسی وزیر منتری کے پاس چلے جائیے، میں یہ قاعدہ کلیہ نہیں بیان کر رہا ہوں؛ بلکہ اس میں مستثنیات بھی ہیں، مگر یہ عام جائزہ ہے، جب کہ ہم اس نبی کے پیرو ہیں، جو اخلاق کا مجسمہ پیکر جس کے اعلی اخلاق کی دہائی ساتویں آسمان کے اوپر عرش سے دی گئی ہے۔

عبادات کے بارے میں اگر دیکھا جائے تو دنیا کے سوا ارب مسلمانوں میں صرف ۲۰ر فیصد ہی خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ تم ہی سربلند رہو گے اگر تم پکے سچے مؤمن ہو، مگر دنیا کے حالات کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ۲۵ر فیصدی بھی پکے مؤمن نہیں، اگر معاشرے پر نظر ڈالی جائے تو معاشرے میں، رشوت ستانی، سود خوری، دھوکہ دہی، جعل سازی، جہیز و تلک، اسراف و فضول خرچی، غیبت و چغل خوری، بے پردگی، بے حیائی، زنا کاری، بغض و عناد، بے رحمی، ظلم و زیادتی، حق تلفی، قتل و غارت گری، جیسے امراض جذام کی طرح پھیل رہے ہیں، انسانیت کا احترام نہیں، مسلم کا اکرام نہیں، لایعنی سے پرہیز نہیں، حقوق کی پاسداری نہیں، چھوٹے پر شفقت نہیں، بڑے کی توقیر نہیں، یہ اور اس طرح کی بیماریاں امت مسلمہ میں گھن کی طرح لگ رہی ہیں، یہی وجہ ہے کہ نہ عبادات میں تاثیر و لذت، نہ دعاؤں میں اثر و قبولیت، نہ کمائی میں خیر و برکت، نہ زندگی میں سکون و راحت، نہ سفر میں عافیت، نہ حضر میں طمانینت، بس مسلمان کا ہر وقت شکوہ و شکایت، نہ مرض کی تشخیص اور نہ علاج کی تجویز۔

مسلمانوں میں اگر اللہ تعالی کسی کو مقام و منصب یا مال و دولت دیدیتا ہے، تو وہ اترانے لگتا ہے، دوسروں کو حقیر و ذلیل سمجھتا ہے، بعض مرتبہ نہ اس کو خالق کی پرواہ رہتی ہے اور نہ مخلوق کی؛ بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر کہوں تو وہ خدا فراموش ہی نہیں؛ بلکہ خود فراموش بھی ہو جاتا ہے، اگر دنیا کی حکومتوں پر غور کیا جائے، تو معلوم ہوگا کہ اس وقت دنیا میں اسلامی حکومت (تو ذرا احتیاط کے ساتھ) ہاں (نام نہاد) مسلمانوں کی حکومتوں کی تعداد زیادہ ہے، لیکن ایک بھی ملک ایسا نہیں جہاں سو فیصد اسلام حکومت میں ہو، حالانکہ ہمارے سامنے اگر خلفائے راشدین اور عادل و منصف مسلم حکمرانوں کی تاریخ و سیرت نہ ہو، تو پھر تو سمجھا جا سکتا ہے، کہ آج کل کی حکومت کے لیے مکمل اسلام میں داخل ہونا ذرا مشکل مسئلہ ہے، مگر کیا کیا جائے آج کل کے حکمراں اگر چہ اسلام کے نام لیوا ہیں، مگر اسلام پسند نہیں، مسلمان ہونا، دیندار ہونا تو آسان ہے، مگر اسلام پسند اور دین پسند ہونا ذرا ہمت و توفیق کا کام ہے، مگر آج کل کے حکمراں دیندار بھی نہیں ہیں، بس نام نہاد مسلمان ہیں، ان کا ایمان اور بھروسہ اللہ تعالی پر اتنا نہیں جتنا مادیت اور مادی طاقتوں؛ بلکہ امریکہ ظالم پر ہے، وہ خالق کائنات کی اطاعت و تابعداری میں اپنی سرخروئی و کامیابی نہیں سمجھتے، بلکہ طاغی امریکہ کو خوش کر کے اس کی ہاں میں ہاں ملانے میں سمجھتے ہیں اور اس کی وجہ ظاہر ہے، کہ نہ اطاعت الہی نہ اطاعت رسول نہ آپس میں اتحاد و اتفاق؛ بلکہ

اگر کسی حکمراں کی کرسی کو خطرہ ہے، اس پر ظلم کے بادل منڈلا رہے ہیں بلکہ ظالم اس پر اس کی حکومت وعوام پر ظلم کر رہا ہے، تو دوسرا مسلم حکمراں یہ سمجھتا ہے کہ یہ تو اس کی پروبلم ہے میری پروبلم نہیں، حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" مثل المؤمنین فی توادھم وتراحمھم وتعاطفھم مثل الجسد اذا اشتکی منه عضو تداعی له سائرا الجسد بالسھر والحمیٰ" یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے ایک جسم کی طرح ہے، کہ اگر اس کے جسم کے کسی حصہ میں کوئی درد یا تکلیف محسوس ہوتی ہے تو پورا جسم بے راحتی اور بے خوابی کی کیفیت میں مبتلا ہوجاتا ہے اور پورے جسم کو تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

اس لیے مسلمانوں کو اور مسلم حکمرانوں کو سنبھلنا چاہئے ورنہ ظالم ملت کفر پر ہے اور ملت کفر آپ کو برداشت نہیں کرے گی، قرآن کہتا ہے کہ (اے مسلمانو!) تم سے یہود و نصاریٰ خوش نہیں ہوسکتے جب تک کہ تم ان کی ملت کی پیروی نہ کرلو، پھر اے مسلمانو! کیسے چاہتے ہو کہ اپنی مسلمانی کو باقی رکھتے ہوئے، ان کے حلیف بن کر رہ سکو، وہ تو جب بھی موقع پائیں گے، آپ کی گردن، آپ کی حکومت اور آپ کی دولت کو لے کر ہی دم لیں گے، یاد رکھو اے مسلم حکمرانو! تم نے اگر اللہ کے ایک کلمہ کے جھنڈے کے نیچے آ کر اتحاد نہ کیا تو اسی طرح ایک ایک کر کے نمٹا دیئے جاؤ گے، جیسے شاہ فیصل، ذوالفقار علی بھٹو، جنرل ضیاء الحق، صدام حسین کو ختم کیا گیا اور افغانستان وعراق کو تہس نہس کر دیا گیا اور پھر تمہاری داستاں بھی نہ رہے گی داستانوں میں، یہ الگ بات ہے کہ ظلم ہمیشہ کے لیے نہیں ہے، بلکہ احکم الحاکمین کا کوڑا ہر وقت گھات میں ہے، دنیا میں فرعون، شداد، ہامان، نمرود، قارون، قیصر وکسریٰ کا ظلم خاک میں مل گیا، ابوجہل ابولہب کا نام ظالمین کی فہرست میں قیامت تک کے لیے لکھا گیا، چنگیز خاں، ہلاکوں، ہٹلر، تاتاری سب مٹ گئے، جن کا مٹنا امریکہ کی طرح امر محال سمجھا جاتا تھا، ایک صدی کے قریب ہوگیا کہ امریکہ دنیا میں ظلم کی تاریخ رقم کر رہا ہے، مگر ایک نہ ایک دن اس کو بھی مٹنا ہے۔ رہے نام سدا اللہ کا۔

مذکورہ تحریر کے تناظر میں امت مسلمہ کے حکمرانوں، لیڈروں، بہی خواہوں، مفکروں، رہنماؤں، داعیوں، اور علماء کو سوچنا چاہئے اور اپنی بیدار مغزی کا ثبوت دیتے ہوئے، امت کی صحیح رہنمائی کرنی چاہئے اور خود بھی صحیح خطوط پر، اسلامی اصول وضوابط پر قرآنی ہدایات اور نبوی ارشادات پر عمل پیرا ہو کر مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کرنی چاہئے اور جہاں نشیب وفراز ہے، اس سے مسلمانوں کو واقفیت کرانی چاہئے اور اللہ کے لیے اللہ کے نام پر ایک ہوجانا چاہئے، آپسی نزاع، آپسی رنجش، چپقلش کو ختم کرنا چاہئے، دشمنوں کو، اللہ کے باغیوں کو محبت واخوت، ہمدردی وغمگساری کا درس دینا چاہئے اور کردار کے غازی بننا چاہئے اور خواب غفلت سے بیدار ہوجانا چاہئے اور زندگی کی جو کشتی کفر وطاغوتی کے سمندر کی بھنور میں پھنسی ہوئی ہے، اس کو کنارا لگانا چاہئے، ورنہ تو ظلم سہنے اور صفحہ ہستی سے مٹنے کے لیے تیار رہنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور صحیح سمجھ عطا فرمائے اور مسلمانوں کو بیدار ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

/////✿✿✿/////

اسلامیات

عہد آخر میں اسلامی معاشرہ کی امتیازی خصوصیات

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

اسلامی سوسائٹی اپنے نقائص اور کمزوریوں اور متعدد بیماریوں کے باوجود جس کا مقابلہ مصلحین امت برابر کرتے رہے ہیں، اب بھی ہمدردی وغمخواری اور صدقہ وخیرات کے کاموں میں دوسری کسی سوسائٹی سے ممتاز اور فائق ہے، باہمی ہمدردی اور اعانت وغمخواری کا جذبہ اسلامی تعلیمات کی بدولت اس کے رگ وریشہ میں سرایت کر گیا ہے، وہ مادہ اور معدہ کی پرستش سے بہ نسبت دوسرے معاشروں کے سب سے زیادہ آزاد ہے، اس کے علاوہ اس میں ایسے افراد کی کمی نہیں جو مادہ پرستی کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے رہتے ہیں اور اس کو دین اسلام کی اخلاقی قدروں کے دائرہ میں لانا چاہتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس میں تجارتی رقابت، انفرادی اور شخصی انانیت اور دولت پرستی کا تناسب ان سوسائٹیوں کی بہ نسبت جو اس زندگی کے بعد کسی اور زندگی کی قائل نہیں اور عیش وآرام کے سوا اپنی زندگی کا کوئی مقصد نہیں رکھتیں اور خیالی معیاروں کے پیچھے دیوانہ وار سرپٹ دوڑ رہی ہیں، بہت کم ہے۔

یہ اسلامی معاشرہ کی موجودہ خامیوں اور کمزوریوں کے باوجود اس کا ایک خاص امتیاز ہے، اس کے سامنے اجتماعی انصاف اور اعلی انسانی قدروں کے اختیار کے مواقع دنیا کی ہر سوسائٹی سے زیادہ ہیں اور اس کا اصل سبب کسی نہ کسی درجہ میں اسلامی زندگی کا احترام اور اس ایمانی رشتہ کا وجود ہے، جس نے اس کے تمام اجزا کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے۔

رضا کارانہ اور فطری جذبۂ ہمدردی یا جبری اور محدود نظریۂ مساوات؟

موجودہ زمانہ میں جو معاشی اور ترقی پسندانہ تحریکیں پیدا ہوئی ہیں ان کی قدر مشترک یہ ہے کہ وہ انسان اور انسانیت پر کوئی بھروسہ نہیں رکھتیں، ان تحریکوں کے داعیوں اور حامیوں نے جبری اور محدود طرز کی مساوات کو انسان کے فطری، اندرونی اور رضا کارانہ جذبۂ ہمدردی وخیر خواہی پر ترجیح دی ہے اور اس اہم حقیقت کو فراموش کر دیا ہے کہ صرف مال ہی انسان کی ضرورت نہیں، اور تنہا مال میں شرکت یا مساوات اس کے دل اور احساسات وجذبات کے خلا کو پر نہیں کر سکتی اور نہ اس کے ہر زخم پر مرہم رکھ سکتی ہے، زندگی میں عام جذبۂ ہمدردی کی اس کو ذرائع آمدنی اور ذرائع پیداوار میں شرکت سے کہیں زیادہ ضرورت ہے، بعض اوقات ایک قطرۂ اشک جو کسی دکھے ہوئے دل کا غماز ہوتا ہے، وہ کام کر جاتا ہے جو زر وجواہر، لعل وگہر سے بھی نہیں ہوتا، ہر انسان کو اپنے بھائی کے تعاون کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ بھی اس کے تعاون کے محتاج ہوتے ہیں، دونوں ایک دوسرے کی تکلیفوں اور دکھوں میں ہاتھ بٹاتے ہیں، اس کو لطافت حس کی بھی ضرورت ہے اور نزاکت خیال کی بھی، دل کی گرمی، گرمجوشی اور خندہ پیشانی کی بھی، خوش خلقی وخوش دلی اور بشاشت وانبساط کی بھی، اس کو پیش نظر رکھا جائے تو نظر آئے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت وتعلیم ہمدردی وغمخواری کی تمام قسموں اور اس کے باریک سے باریک اور نازک سے نازک گوشوں پر حاوی ہے اور اس میں انسانی احساسات کی سب سے سچی اور اچھی تصویر پیش کی گئی ہے، خیر خواہی اور نیکی کے کاموں اور صدقہ کی قسموں کا ذکر کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تعدل بين الاثنين صدقة، وتعين الرجل في دابته فتحمله عليه او ترفع له عليها متاعه صدقة والكلمة الطيبة صدقة، وبكل خطوة تمشيها الى الصلوة صدقة، وتميط الأذى عن الطريق صدقة" (صحيحين)

"دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرو تو یہ صدقہ ہے، کسی کو سہارا

دے کر سواری پر بٹھاؤ تو یہ بھی صدقہ ہے، کسی کا سامان اٹھا کر اوپر رکھ دو یہ بھی صدقہ ہے، اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے، نماز کی طرف قدم اٹھانا بھی صدقہ ہے اور راستہ سے کوئی خراب اور تکلیف دینے والی چیز (اینٹ، پتھر، کانٹے وغیرہ) ہٹا دینا بھی صدقہ ہے''۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ''مصیبت زدہ حاجت مند کی مدد کی جائے'' دریافت کیا گیا کہ اگر ایسا نہ کر سکے، فرمایا کہ اچھائی اور نیکی کا حکم دے، صحابہ کرام نے پوچھا کہ اگر یہ بھی نہ کر سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا برائی سے باز رہے یہ بھی صدقہ ہے۔ (صحیحین)

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ''اگر تم کسی کام کرنے والے کی مدد کر دو یا کسی پھوہڑ (جس کو اس کام کا سلیقہ نہ ہو) کا کام بنا دو تو یہ بھی صدقہ ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر اتنا کمزور ہو کہ اس طرح کے بعض کام نہ کر سکے، ارشاد ہوا ''اپنے شر سے لوگوں کو بچاؤ، تو یہ تمہارے نفس پر تمہارا صدقہ ہوگا''۔ (صحیحین)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ''اپنے بھائی سے مسکراتے ہوئے ملنا بھی صدقہ ہے، اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے رکنا بھی صدقہ ہے، بھٹکے ہوئے آدمی کی رہنمائی کرنا اور راستہ بتانا بھی صدقہ ہے، جسے کم نظر آتا ہو، اس کو اپنی نظر سے فائدہ پہنچانا بھی صدقہ ہے، راستہ سے پتھر کانٹا، ہڈی ہٹا دینا بھی صدقہ ہے، اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی بھر دینا بھی صدقہ ہے۔ (صحیحین)

انسان کی فطری ہمدردی پر جس کا سوتا دل کی گہرائیوں سے ابلتا ہے اور زندگی کی رگوں اور معاشرہ کے تمام گوشوں میں خون کی طرح جوش مارتا ہے، برآمد کی ہوئی مساوات کو (جو طاقت کے بل پر نافذ کی جاتی ہے) ترجیح دینے کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کمیونسٹ اور سوشلسٹ ملکوں میں ایسا معاشرہ پیدا ہو گیا جو انسانی ہمدردی سے نا آشنا اور جذبۂ خیر خواہی سے محروم ہے، اس کے افراد اس طرح کے تاجر بن گئے ہیں، جو باہم دست وگریباں ہیں، نہ کوئی کسی پر بھروسہ کرتا ہے، نہ دوسرے کی خاطر اپنے حق سے کبھی دست بردار ہو سکتا ہے، ہر شخص ایک دوسرے کے خلاف جاسوسی میں مصروف ہے، اس کے خلاف جھوٹی خبریں اور جعلی دستاویزات تیار کرتا ہے، اس کی مصیبت وابتلا پر خوش ہوتا اور اس کی ترقی وکامیابی پر غمگین ہوتا ہے، غرض یہ کہ پورا ملک ایک ایسا میدان کارزار بن جاتا ہے جہاں کسی کی جان محفوظ نہیں، یا کچہری وعدالت میں جہاں کسی کی آبرو کی ضمانت نہیں۔

اس صورت حالت کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگوں میں احساس ذمہ داری اور اپنے فرض کے صحیح طور پر بجا آوری کا جذبہ جس میں انسانی شرافت وعظمت کا راز پوشیدہ ہے بالکل مفقود ہو گیا ہے، وہ ہر پابندی وذمہ داری اور احساس فرض سے آزاد ہو کر بالکل چھٹے ہوئے آوارہ جانوروں کے مشابہ ہو گئے ہیں، جن کو سوائے چرنے، جگہ جگہ منہ مارنے اور مسلسل کھاتے رہنے کے اور کوئی کام نہیں، ہر قسم کی ذمہ داری حکومتوں اور ان کی انتظامی مشنری اور ملک کے تعزیری قوانین پر ڈال دی گئی ہے، معاشرہ کے ساتھ ایک ایسے نابالغ بچہ کی طرح معاملہ کیا جاتا ہے، جو عقل وتمیز سے بالکل محروم ہے، حکومت ہی سب کچھ لیتی دیتی ہے اور ہر شخص کی ضرورت پوری کرتی ہے، اس لیے ہمدردی اور رحم دلی، سخاوت وایثار اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون قدرتی طور پر بے معنی الفاظ بن گئے ہیں، ہر شخص کے حقوق کی ضمانت اور ضروریات زندگی کی کفالت حکومت اپنے ذمہ رکھتی ہے اور لوگ گونگے بہرے مشینی پرزوں کی طرح اس کے اشارہ پر چلتے ہیں، اس لیے قدرتی طور پر ان میں سے کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

اس کے برخلاف قدرتی، فطری اور قلب انسانی کے اندر سے ابھرنے والی ہمدردی اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا سکون واطمینان، باطنی سعادت، باہمی اعتماد اور محبت ومودت، امن واطمینان، روح کی لذت، ضمیر کی آسودگی، انسانیت پر ناز اور زندگی کے تابناک پہلو کو دیکھنے کا ولولہ، اپنے فرض وذمہ داری کا مکمل احساس، اسلام کے اولین معاشرہ میں اپنی تمام گہرائیوں، بلندیوں اور رعنائیوں کے ساتھ موجود تھا اور زندگی کے ہر شعبہ پر اس کی چھاپ تھی، لیکن انقلاب حال

صرف اسی زمانہ تک محدود نہیں، جوانسانی معاشرہ جبری اور محدود مساوات کے مقابلہ میں اس جامع وفطری اور رضا کارانہ جذبۂ ہمدردی کو اپنا اصول اور نظام زندگی بنالے گا، اس کے سب افراد باہم شیر وشکر اور ایک دوسرے کے خیرخواہ اور ہمدرد بن جائیں گے، سب ایک دوسرے کا کھلے دل سے اعتراف کریں گے اور فراخ دلی سے اس کے حق میں شہادت دیں گے، ہر نسل اپنی گزشتہ نسل کے لیے سبقت وفضیلت کی شہادت دے گی اور اس کے لیے قبولیت ومغفرت کی طلب گار اور دعا جو ہوگی، اللہ تعالی ان لوگوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

"وَالَّذِیْنَ جَآؤُا مِنْ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَاتَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلاًّ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَؤُفٌ الرَّحِیْم"(سورہ حشر ۱۰)

اوران لوگوں کا (بھی حق ہے) جوان کے بعد آئے (اور وہ) یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دے، اے ہمارے پروردگار تو تو بڑا شفیق ہے، بڑا مہربان ہے۔

یہ وہ اسلامی معاشرہ ہے جس کا ہر فرد اپنے بھائی کا آئینہ ہے، جو ہر تہمت اور ہر الزام اور ہر نقص اور ہر عیب سے اس کو بری دیکھنا چاہتا ہے اور اس کے لیے وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے:"لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْہُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِاَنْفُسِھِمْ خَیْراً وَقَالُوْا ھٰذَا اِفْکٌ مُّبِیْنٌ"(سورۂ نور)

جب تم لوگوں نے یہ (افواہ) سنی تھی تو کیوں نہ سب مسلمان مردوں اور عورتوں نے اپنوں کے حق میں نیک گمان کیا اور (کیوں نہ) کہہ دیا کہ یہ تو صریح طوفان بندی ہے''۔

معاشرہ کی اس کیفیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی بلیغ مثال سے بیان فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''مسلمانوں کی مثال اپنی مودت وترحم اور شفقت میں ایک جسم واحد کی ہے، کہ اگر ایک عضو کو کوئی شکایت ہوجاتی ہے تو سارا جسم بخار اور بے خوابی کا شکار ہوجاتا ہے''۔(صحیحین)

یہ ایک ایسا معاشرہ ہے جس کا ہر رکن محافظ، دیانت دار، شریف اور امین اور قابل بھروسہ ہے، حدیث میں ہے کہ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے'' نہ اس کی خیانت کرتا ہے، نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے، نہ اس کو رسوا کرتا ہے اور نہ بے یارومددگار چھوڑتا ہے، مسلمان کی عزت، مال اور خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔(ترمذی)

اس کے برعکس بہت سے ملکوں میں زندگی عذاب جان اور جہنم کا نمونہ بن گئی ہے:"کُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّۃٌ لَّعَنَتْ اُخْتَھَا"(سورۃ اعراف ۲۸۱)

جس وقت بھی کوئی (نئی جماعت دوزخ میں) داخل ہوگی، اس کی ہم رنگ دوسری جماعت اس پر لعنت کرے گی۔

چنانچہ جب کوئی ڈکٹیٹر آتا ہے، تو اپنے پیشتر و کو لعنت کرنا اور اس پر غداری، ملک دشمنی اور خیانت کا الزام لگانا اپنا فرض سمجھتا ہے، جس کو ایک دن کے لیے بھی اقتدار مل جاتا ہے وہ اپنے دشمنوں، رقیبوں اور مخالفوں سے سخت سے سخت انتقام لینا چاہتا ہے اور اس کے لیے ہر قسم کی سفاکی، ظلم وتشدد اور خوں ریزی کو جائز سمجھتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْھَا وَیُھْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰہُ لَایُحِبُّ الْفَسَادَ"(سورہ بقرہ ۲۰۵)

اور جب پیٹھ پھیر جاتا ہے، تو اس دوڑ دھوپ میں رہتا ہے، کہ زمین پر فساد کرے اور کھیتی اور جانوروں کو تلف کرے، درانحالیکہ اللہ فساد کو (بالکل) پسند نہیں کرتا۔

اب اگر کسی کو یہی پر مشقت اور طویل راستہ اور تلخ وناکام تجربہ پسند ہے، تو اس کے لیے قرآن مجید کا یہ ارشاد کافی ہے:اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ ھُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ ھُوَ خَیْر، اِھْبِطُوْا مِصْراً فَاِنَّ لَکُمْ مَاسَاَلْتُمْ"(سورہ بقرہ ۶۱)

تو کیا جو چیز ادنی ہے تم اسے لینا چاہتے ہو، اس چیز کے مقابلہ میں جو بہتر ہے (تو خیر) کسی شہر میں اتر پڑو (وہیں) مل جائے گا، جو کچھ مانگتے ہو۔(ماخوذ ارکان اربعہ) /////☆☆☆/////

دعوت فکر

دور حاضر کے حکام اور ان کے دعوے

حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

عہد قدیم کی انسانی تاریخ کو ظلم و زیادتی اور غلامی کا عہد تصور کیا جاتا ہے، ایسا عہد جس میں لوگ بلند و پست طبقوں میں تقسیم کر دیئے گئے تھے اور اس عہد کی معاشرتی زندگی میں رائج طور طریقوں کو ظلم و بربریت کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے، چنانچہ انہیں ظالمانہ انداز واطوار سے نجات دلانے کی خاطر جدید افکار و نظریات کو جنم دیا گیا اور ان کو انسانیت کے نجات دہندہ نظریات کی حیثیت دی گئی، چنانچہ لوگوں نے ان افکار ونظریات کے داعیوں اور قوموں کو ظالم طاقتوں سے نجات دلانے والی تحریکوں کے سربراہوں کے یہ بلند بانگ دعوے سنے کہ انسان کو ظلم وستم سے نجات دلانے کے لیے جن نظریات اور جن نظاموں کی وہ دعوت دے رہے ہیں، وہ تاریخ انسانی میں سب سے اعلی اور مفید نظریات ہیں، یہ قائدین جمہوریت واشتراکیت اور مساوات وحریت کا نعرہ بلند کرتے اور امیدیں دلاتے ہیں کہ جب انہیں اقتدار حاصل ہوجائے گا تو وہ مساوات و جمہوریت کا اعلی نظام نافذ کریں گے اور معاشرت میں اس کی نعمت کو عام کریں گے اور اسی کے ساتھ عوام کو یہ باور کراتے ہیں کہ وہی انسانیت کے سچے بہی خواہ ہیں اور جو شخص ان کی مخالفت کرے گا وہ انسانیت کا سب سے بڑا دشمن اور معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے والا ہوگا۔

لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ جس ملک میں بھی جمہوریت کے ان دعوی داروں کی حکومت قائم ہوتی ہے، معاملہ بالکل برعکس ہوتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ گذشتہ حکمرانوں اور موجودہ لیڈروں میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ موجودہ حکمراں پراثر پروپیگنڈے سے اپنے دعوؤں کو بار بار دہرانے اور نئی نئی اصطلاحات استعمال کرنے میں فائق ہیں، ان کی باتوں کا لوگوں کے دلوں پر اثر پڑتا ہے؛ لیکن ان کی باتیں عملی زندگی میں نافذ نہیں ہوتی ہیں اور نہ عوام کو ان باتوں سے کچھ ملتا ہے، جمہوریت وانصاف کے ان نعرہ بلند کرنے والوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے نظریات کو خود اپنے اوپر بھی نافذ نہیں کرتے اور نہ حریت ومساوات کو اپنا طریقۂ کار بناتے ہیں اور نہ دوسروں کے ساتھ وہ رویہ اختیار کرتے ہیں جو ان کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے، ان کی زندگی میں جتنی آرام وآسائش اور خوش حالی ملتی ہے، وہ عوام کے کسی فرد کو نہیں ملتی اور جس طرح یہ عیش کی زندگی گزارتے ہیں عوام اس کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے اور یہ عیش وآرام کی زندگی خود عوام کے مال ودولت کے سہارے حاصل کی جاتی ہے اور مزید یہ کہ عوام کے ساتھ جبر وتشدد کا رویہ اختیار کیا جاتا ہے اور اپنے افکار و خیالات کا اس طرح تابع بنانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ جیسے کوئی فرمان خداوندی یا احکام سماوی ہے جس میں نہ تو کوئی مخالفت کی گنجائش ہے اور نہ کوئی تردد جائز۔

یہ لوگ عوام کے سامنے ایک استاد اور معلم کے لباس میں آتے ہیں، جس کی بات سننا اور جس کے درس کو قبول کرنا اس کے شاگردوں پر لازم ہو اور جس کو اپنے استاذ کی اطاعت وفرمانبرداری کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہو، پھر یہ انسانی اخلاق اور نظامہائے زندگی کا درس دیتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ قوم وملت کی روحیں خود ان کے جسموں میں حلول کر گئی ہیں، ان کی جانیں اور اقوام کے افراد کی جانیں ایک ہوگئی ہیں، لہٰذا ان کا کھانا پینا اور عیش وآرام، قوم کے افراد

کا کھانا پینا اور آرام کے مترادف ہے اور ان کا کسی طرح کی رائے قائم کرنا قوم کی رائے قائم کرنا ہے اور ان کی پسند و ناپسند قوم کی پسند و ناپسند ہے، اگر ان کو دولت وثروت حاصل ہوتی ہے، تو گویا قوم کو یہ دولت وثروت حاصل ہوگئی اور وہ اپنی قوم کے ایسے نمائندہ و نائب ہوتے ہیں کہ قوم کو اپنی سمجھ اور رائے کو نظر انداز کر کے صرف انہیں کی سمجھ اور رائے کے حوالے رہنا ہے، لہٰذا ان حکمرانوں کی عقل جس بات کو صحیح سمجھے، اس کو وہ صحیح سمجھیں اور جس چیز کا حکم دیں اس پر عمل کریں، ایک جان دو قالب قرار پا جانے کے بعد اب قوم کے کسی فرد کے لیے جائز نہیں کہ فقر ومحتاجگی کی حالت میں اپنی خفگی کا اظہار کرے، اس لیے کہ یہ دونوں حالتیں حاکم کو پیش نہیں آتیں اور جب حاکم عوام کے تمام افراد کا نمائندہ ہے، تو اس کو یہ حق حاصل ہے کہ عوام کے نام جو چاہے فرمان جاری کرے اور ان کی طرف سے جو چاہے عزت واحترام حاصل کرے اور اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ ذاتی طور پر جو رائے چاہے اختیار کرے، وہ عوام کی رائے قرار پائے گی، نیز اپنی ذاتی حریت کو عوام کے افراد کی حریت سمجھے، اپنی ذاتی خوشحالی کو عوام کی خوشحالی کے قائم مقام سمجھے، یہ بات کیسے صحیح ہوسکتی ہے کہ ان کی آزادی ہی ان کے عوام کی آزادی قرار پا جائے اور ان کے خاندان کی خوشحالی عوام کی خوشحالی ہوگی اور اس طرح حریت وخوشحالی تک عوام کو پہنچانے کا یہ شارٹ ہینڈ طریقہ ثابت ہوگا، یہی وہ صورت حال ہے جو ہم کو اشترا کی حکمرانوں اور جمہوریت کے موجودہ دعوی داروں میں نظر آتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جمہوریت واشترا کیت پسند حکمراں کی ماتحتی میں جو قومیں زندگی گزارتی ہیں، وہ اذیتوں اور محرومیوں کے باوجود اس مسلسل پروپیگنڈے کے پردہ کے پیچھے زندگی گزار رہی ہیں، ان قوموں کو زندگی کے تمام آرام وآسائش اور انصاف ومساوات کی مکمل صورتیں حاصل ہیں اور حریت جیسی گراں قدر نعمت سے فائدہ اٹھانے کے پورے مواقع صرف انہیں کو حاصل ہیں، ایسی خبریں ان ملکوں کے پریس، ریڈیو اور حکمرانوں کے بیانات کے ذریعہ آتی رہتی ہیں۔

ان ملکوں کے عوام کے حالات اندرون ملک عملی ذرائع سے حاصل کرنے کی کوشش کرنے میں وہ ایک بے جا کام کر رہے ہیں، کیونکہ شاید یہ ایک طرح کی چوری ہے اور چوری کرنا بری بات ہے، سیدھا طریقہ یہ ہے کہ حکمرانوں کی صحت وآسائش کے حالات معلوم کر لیے جائیں اور وہ جو اعداد وشمار اور یقین دہانیاں کرائیں اس پر اکتفا کر لیا جائے، بس یہی کافی ہے؛ کیونکہ یہی تو قوم ہیں جو انسانی تاریخ کا سب سے بڑا دھوکا اور فریب ہے، جس کا شکار آج کل عوام اور قومیں بن رہی ہیں، ان کو اپنے حکام اور رہنماؤں کی جانب سے ہر قسم کی ظلم وزیادتی برداشت کرنا ہوتی ہے اور پروپیگنڈہ یہ ہوتا ہے کہ ان حکمرانوں سے زیادہ رحم دل آج تک تاریخ میں اور کوئی نہیں ہوا اور یہ فریب اس وقت اور زیادہ خطرناک ہوجاتا ہے جب قوم کے صاحب عقل وفضل لوگ بھی ان دوہری سیاست کے حامل حکمرانوں کو صحیح قرار دیتے ہیں اور اصل حقیقت پر پردہ ڈالتے رہتے ہیں اور ان کے طریقۂ کار کی مدح سرائی کرتے ہیں، اس صورت حال کا سب سے زیادہ مظاہرہ نام نہاد سوشلسٹ ملکوں میں ہو رہا ہے اور اس پروپیگنڈہ کے نتیجہ میں اب بہت سے خام جمہوری ملک بھی ان کی راہ پر چلنے لگے ہیں۔

/////☆☆☆☆/////

دامن توبہ تھام لو!

اے بھائی! تم کتنے ہی آلودہ وملوث ہو دامن توبہ تھام لو اور امیدوار رحمت بن جاؤ کہ تم نہ ساحران فرعون سے آلودہ تر ہو اور نہ اصحاف کہف کے کتے سے زیادہ گندے، نہ طور سینا کے پتھر سے زیادہ بڑھ کر جماد اور نہ ستون حنانہ سے بڑھ کر بے قیمت، غلام کو اگر حبش سے پکڑ کر لاتے ہیں تو کیا عیب کی بات ہے، جب کہ اس کا آقا اس کو کافور لقب دیتا ہے، جب ملائکہ نے عرض کیا کہ ہم کو اس مشت خاک کے فساد کی طاقت نہیں، آواز آئی کہ اگر ہم اس کو تمہارے دروازے پر بھیجیں رد کر دینا، اگر تمہارے ہاتھ بیچیں تو مت خریدنا، تم ڈرتے ہو کہ ان انسانوں کی معصیت ہماری رحمت سے زیادہ ہوگی، یا اس سے ڈرتے ہو کہ ان کی آلودگی ہمارے کمال قدوسیت پر داغ ڈال دے گی، یہ مشت خاک ہیں جو ہماری بارگاہ میں مقبول ہیں اور ہمیں قبول ہیں۔ (شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ)

بیانات

قرآن ایک دائمی معجزہ ہے اس کی حفاظت کیجئے!

یہ تقریر حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے ۲۰۰۲ء میں ادارۃ الصدیق بہٹ، ضلع سہارنپور کے ایک بڑے مجمع میں فرمائی، جس کو افادہ عام کی غرض سے ادارۃ الصدیق کے ذمہ داران کے شکریہ کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

آج ہم لوگ بچیوں کے ختم قرآن کی تقریب میں جمع ہوئے ہیں، گویا کہ اس تقریب کا تعلق کلام پاک سے ہے اور یہ کلام پاک ایک ایسا کلام ہے کہ آج دنیا میں کسی مذہب کے پاس کسی علاقہ میں کسی گروہ کے پاس ایسا کلام موجود نہیں اور کلام کے متعلق خود صاحب کلام نے ایک ایسی بات فرمادی ہے، جو ہمارے لیے باعث اطمینان اور اس کے ساتھ ساتھ ذمہ داری کا احساس دلانے والی بھی ہے، اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا ہے "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ" اللہ تعالی بہت تاکیدی الفاظ میں یہ فرمارہے ہیں کہ "الذکر" کو ہم ہی نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں، اس لیے کہ خالق کائنات کے علم میں یہ بات ہے کہ ہم نے جس انسان کو پیدا کیا ہے، وہ کسی بھی چیز کی حفاظت خود نہیں کرسکتا، اس لیے جن چیزوں کی حفاظت ضروری سمجھی اس کا ذمہ خود لے لیا اور یہ فرمادیا کہ ہم ہی نے اس کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اور حفاظت کی شکلوں کا القاء والہام اپنے بندوں کے دل میں کردیا اور علماء کے ذریعہ یہ بتادیا کہ تم جس قدر ان اسباب کو اختیار کروگے، یعنی جتنا تم کلام الہی کی حفاظت کی کوشش کروگے اللہ تعالی اتنا ہی تمہاری حفاظت فرمائے گا، گویا کہ اللہ تعالی نے اس کلام کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی ہے۔

انسانوں کی حفاظت قرآن سے وابستہ:

اور ہماری حفاظت اس سے وابستہ کردی، اب اگر ہم میں سے کوئی شخص چاہتا ہو کہ اس کی حفاظت ہو تو اس کو چاہئے کہ کلام الہی کی حفاظت کرے اور کلام الہی کی حفاظت کے مختلف پہلو اور مختلف شکلیں ہیں، ان میں سے ایک شکل تو سیدھی سیدھی یہ ہے کہ کلام الہی کے الفاظ کی، اس کے ظاہر کی حفاظت کی جائے، جس کی یہ شکلیں ہیں جو ہمارے سامنے آرہی ہیں، مکاتب قرآنیہ، مدارس قرآنیہ، تحفیظ القرآن کے مدارس قائم کئے جارہے ہیں، یہ ظاہر کی حفاظت کی ذمہ داری گویا کہ نبھانے کی کوشش کی جارہی ہے، جس درجہ میں ہم اس کی حفاظت ظاہری طور پر کررہے ہیں، اسی درجہ میں اللہ تعالی نے ہم کو بھی محفوظ کر رکھا ہے۔

ظاہر کی حفاظت:

آپ اگر اس پر غور کریں تو یہ بات واضح ہوجائے گی، آپ جائزہ لیتے چلے جائیں، ہم ظاہر کی حفاظت کررہے ہیں، تو آج ہمارا ایک ظاہر لوگوں کے سامنے ہے، اتنی بڑی تعداد میں ہم ہیں، اتنے ہمارے ملک ہیں اور ہمارے ساتھ نہ جانے کیسی کیسی امیدیں ہیں اور کیسی کیسی آرزوئیں وابستہ ہیں، اس میں قرآن کی ظاہری حفاظت کو بڑا داخل ہے، یہ تو ایک ظاہری اس کی حفاظت ہوئی، اس کو یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایسا ہو جس کو دشمن دوڑا رہے ہوں اور وہ بھاگا ہوا چلا

جار ہا ہو، وہ جا کر ڈی ایم صاحب کے بنگلے میں داخل ہو جائے اور ڈی ایم صاحب اس سے یہ کہیں کہ گھبراؤ نہیں اب تم محفوظ ہو اور ڈی ایم صاحب اس کو کمرہ میں بٹھا دیں اور کہیں کہ تم اس میں اطمینان کے ساتھ رہو، تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہو سکتا کہ کمرے میں تالا لگا کر وہ اپنے گھر چلے جائیں، نہ کھانے کو دیں، نہ پینے کو دیں نہ کھڑکی سے وہاں ہوا آنے کی گنجائش ہو، نہ روشنی کا انتظام ہو، نہ اور ضروریات زندگی وہاں موجود ہوں، کسی چیز کا انتظام نہ ہو، بس یہ کہہ دیا جائے کہ آپ محفوظ ہیں، تو اس محفوظیت کا مطلب آپ خود سمجھ لیں گے کہ کیا ہوگا وہاں چند روز تو وہ زندہ رہے گا؛ لیکن اگر کمرہ میں اس کو اسی طرح بند رکھا گیا تو کچھ بعد اس کا انتقال ہو جائے گا۔

ہاں اس کی لاش کو محفوظ رکھا جا سکتا ہے اور دیکھا جا سکتا ہے، اگر خوبصورت ہے تو دیکھنے میں اچھا لگے گا کہ لاش بڑی اچھی ہے، چہرہ بڑا خوبصورت ہے، لیکن جان نکل چکی ہے، اس لیے کہ جان کے لیے پانی کی ضرورت ہے، جان کے لیے کھانے کی ضرورت ہے، جان کے لیے جتنی ضروریات اس سے متعلق ہیں ان سب کی ضرورت ہے، ورنہ جان نکل جائے گی، آج ہمارا معاملہ بھی کچھ اسی طرح کا ہے، اگر ہم غور کریں تو دو چیزیں ہر شخص کے ساتھ وابستہ ہیں جس کو یوں سمجھ لیں کہ ایک کبوتر ہے، کبوتر کے ایک پر ہوتے ہیں ایک اس کی زندگی ہوتی ہے، اگر پر کاٹ دیئے جائیں تو پرواز نہیں ہو سکتی اور اگر پر ہوں تو پرواز ہو جائے گی؛ لیکن اگر جان نکل جائے تو پر کتنے ہی حسین ہوں، بے کار ہیں۔

قرآن کو ہم نے بند کرکے رکھ دیا:

تو آج ہمارا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے، قرآن مجید کو ہم نے بند کر کے رکھ دیا ہے اور بند کر کے رکھنا ہر طبقہ کی طرف سے کسی نہ کسی درجہ میں ہوا ہے، ہمارے عام طبقے کی طرف سے بھی ہوا ہے، خواص کی طرف سے بھی ہوا ہے اور ہمارے پڑھے لکھے لوگوں کی طرف سے بھی ہوا ہے، بے پڑھے لکھے لوگوں کی طرف بھی ہوا ہے، سب نے قرآن مجید کے ساتھ جو وابستگی ہونی چاہئے اس وابستگی میں کمی کی ہے، میں نہیں کہتا کہ بالکل رشتہ ٹوٹ گیا ہے اور نا وابستہ ہو گئے ہیں، وابستگی تو ہے، ہر مسلمان کو ہے، قرآن سے تعلق ہے اور قرآن سے محبت ہے اور قرآن سے بہت سے لوگوں کو بہت زیادہ عشق بھی ہے، لیکن تنہا یہ بات کافی نہیں ہے، یہ ویسے ہی ہے؛ کیونکہ آپ نے اس کو بند کر کے ایسا رکھ دیا ہے کہ اس کے فوائد سامنے نہیں آ رہے ہیں، اس کے نتائج سامنے نہیں آ رہے ہیں، اس کے ثمرات سامنے نہیں آ رہے ہیں، کیونکہ بند کرنے کی ہزاروں شکلیں ہیں، اب قرآن مجید کی ہم ظاہری حفاظت کر رہے ہیں، تو وہ ہماری ایک حد تک ظاہری حفاظت کر رہا ہے۔

باطن کی حفاظت:

اگر قرآن مجید کی ہم باطن کی حفاظت کرنے لگ جائیں اور ہمارا ہر طبقہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ کر قرآن مجید سے اپنی وابستگی مضبوط کر لے، تو پوری دنیا میں انقلاب آ سکتا ہے، آج پوری دنیا کا نقشہ بدلا جا سکتا ہے، آج جو بے عزتی کی ایک کیفیت ساری دنیا میں طاری ہے، وہ کیفیت عزت میں بدل سکتی ہے، آج جو ذلت کا ساری مسلمان قوم دنیا میں منھ دیکھ رہی ہے، وہ عزت کے بام عروج تک پہنچ سکتی ہے، اس لیے ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ جتنے انبیاء کرام آئے سب کو اللہ تعالی نے معجزہ عطا فرمایا اور یہ حکم دیا کہ معجزہ کے ساتھ تمہارا تعلق بڑا مضبوط اور اچھا ہونا چاہئے، عزت کا ہونا چاہئے، احترام کا ہونا چاہئے، قدر و قیمت پہچاننے کا ہونا چاہئے، حقوق کی ادائیگی کا ہونا چاہئے، حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی جب باہر آئی تو اس کے متعلق اللہ تعالی نے کیا کہا "لاتمسوھا بسوءٍ" دیکھو اس کو گزند نہ پہنچنے پائے، اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے، یہ اونٹنی اللہ کی طرف سے آئی ہے، اللہ تعالی نے یہ تم لوگوں کی طلب پر دی ہے؛ لیکن جب ان لوگوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں تو اللہ کے عذاب نے آ گھیرا اور ان کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔

قرآن کریم ایک دائمی معجزہ:

اسی طرح اللہ تعالی نے نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام جن کی نبوت دائمی ہے، جن کی رسالت دائمی ہے، اب کوئی نبی آنے والا نہیں ہے،

اگر کوئی دعوی کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے اوراس کے جھوٹ پر دلیل خاتم النبیین کہنا تنہا کافی ہے،تو نبی پاک کی رسالت دائمی ہے،تو آپ کو معجزہ بھی دائمی عطا فرمایا گیا اور یہ معجزہ قیامت تک باقی رہے گا اور جس طرح ان معجزات کے ساتھ عزت وذلت اقوام وابستہ تھی اسی طرح آج ہماری ساری دنیا کی عزت وذلت وابستہ ہے قرآن مجید سے، جولوگ اس قرآن کو پس پشت ڈالدیں گے "وَرَائَهُمْ ظَهْرِياً" قرآن مجید نے کہا ہے کہ انھوں نے قرآن مجید کو پس پشت ڈالدیا ہے اور جو اس کی قدر کرنی چاہئے وہ نہیں کرتے ہیں، اس کا نتیجہ آج ساری دنیا میں نظر آرہا ہے، میں کہتا ہوں کہ جو غیر مسلم ہمارے درمیان میں بیٹھتے ہیں آج ہم نے قرآن مجید کو ان سے پوشیدہ رکھا ہے، قرآن کو اگر ایک طرف یہ کہا گیا ہے کہ وہ" هدى للمتقين "ہے، تو دوسری طرف یہ بھی فرمایا گیا ہے "هُدىً لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ" قرآن کو جب شہر رمضان کے ساتھ وابستہ کیا گیا تو فرمایا گیا" شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدىً لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ"

قرآن ھدایت نامہ ھے :

سارے قرآن میں آپ اٹھا کر دیکھئے جہاں قرآن کا تذکرہ ہے، وہاں آپ کو ملے گا کہ یہ قرآن ہدایت نامہ ہے، اصحاب ایمان کے لیے، اصحاب ایقان کے لیے، اصحاب نیاز مندوں کے لیے، ماننے والوں کے لیے، ایمان بالغیب رکھنے والوں کے لیے، لیکن جب قرآن کا تذکرہ رمضان کے ساتھ آیا تو فرمایا سارے لوگوں کے لیے ہدایت ہے، یہ ہدایت نامہ صرف مسلمانوں کے لیے نہیں، صرف ایمان والوں کے لیے نہیں ہے؛ بلکہ ہدی للناس ہے، لیکن ''ہدی للناس'' کیسے ہوگا، کیا ہم نے اس ہدایت کو اپنایا نہیں، حالانکہ جب ہم قرآن مجید میں سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ "اهدنا الصراط المستقيم" اے اللہ صراط مستقیم کی ہدایت فرما اور صراط مستقیم کی ہدایت کیا ہے؟ صراط مستقیم عقیدے کی، صراط مستقیم عبادات کی، صراط مستقیم معاملات کی، صراط مستقیم تعلقات کی، صراط مستقیم تجارت کی، صراط مستقیم سیاست کی، صراط مستقیم حقوق کی ادائیگی کی، جس کی کوئی انتہا نہیں ہے، جب آپ نے ہدایت مانگی اللہ نے فرمادیا "إن هذا القرآن يهدى للتي هي اقوم" یہ قرآن وہ ہدایت دے گا جو تم طلب کررہے ہو، تو ضرورت اس بات کی تھی کہ ہر رکعت میں ہم پورا قرآن مجید تلاوت کرتے؛ لیکن اللہ تعالی نے آسان کردیا کہ تھوڑا تھوڑا بھی پڑھے گا، تو اس کا کام ہوجائے گا، ہدایت مل جائے گی، مگر پیاس پیدا کرے، اس طرح برابر پڑھتے رہیں اور سمجھ کر آگے بڑھتے رہیں اس لیے "فاقرؤوا ماتيسر منه" جو آسانی سے پڑھ سکتے ہو، تلاوت کرسکتے ہو، پڑھو، لیکن تلاوت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم قرآن کے الفاظ کو تنہا پڑھتے رہیں، ہاں الفاظ کا پڑھنا اوراس کی تلاوت کرنا بھی مطلوب ہے، جو ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اور یہ ہمارے بچے الحمدللہ کررہے ہیں اور ہمارے بڑوں کو بھی کرنا چاہئے، ایک حصہ کی تلاوت ضرور ہونی چاہئے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہم سے کہا جارہا ہے اوامر قرآنی کیا ہیں؟ احکام قرآنی کیا ہیں؟ نواہی قرآنی کیا ہیں؟ ان کے متعلق رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا اوراس سلسلہ میں کیا تشریحات فرمائیں، تاکہ یہ بات اچھی طرح واضح ہوجائے، آنکھوں کو اس قرآن کے اعتبار سے کیسے استعمال کیا جائے، دماغ کو قرآن کے اعتبار سے کیسے استعمال کیا جائے اور جسم کو قرآن کے اعتبار سے کیسے استعمال کیا جائے، دل کو قرآن کے اعتبار سے کیسے استعمال کیا جائے، جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں کیا نمونہ دیا ہے، آپ کے کیا اقوال ہیں؟ آپ کی کیا کیا تعلیمات ہیں؟ اگر اس طرح ہم قرآن مجید کی حفاظت کریں، تو ہماری حفاظت کا نرالا ہی انداز ہوگا اور قرآن کی ہدایت ساری دنیا میں عام ہوجائے گی۔

قلوب پر تلاوت کا اثر:

آج کتنے لوگ ہیں، یہ غیر مسلم حضرات جب ان کے سامنے قرآن کی تلاوت ہوتی ہے تو ان پر گریہ طاری...... ﴿بقیہ صفحہ ۲۴ پر﴾

روح امم کی حیات کشمکش انقلاب

محمد بدیع الزماں ریٹائرڈ ایڈیشنل مجسٹریٹ پھلواری شریف، پٹنہ

اقبال کے نزدیک قوموں کی ترقی دو باتوں پر منحصر ہے، پہلی بات یہ کہ قوم کے سامنے کوئی نصب العین ہونا چاہئے؛ کیونکہ بغیر مقصدِ حیات زندگی کے کوئی معنی نہیں رہ جاتے، دوسری بات یہ کہ اس نصب العین کے حصول کا جذبہ عشق کے درجہ تک پہنچ جائے؛ کیونکہ عشق کے بغیر کوئی نصب العین حاصل نہیں ہوسکتا، چونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ ہم ہر قوم کے عروج وزوال کے دنوں کو لوگوں میں نوبت بہ نوبت لاتے رہتے ہیں، اگر ایک قوم آج برسر عروج ہے تو کل دوسری قوم ان پر حاوی ہوجاتی ہے، اس لیے مسلمانوں میں انقلاب برپا کرنے کی تیاری کرتے رہنا چاہئے، کیونکہ جیسا اقبال نے ''ارمغان حجاز'' کی نظم ''ملازادہ ضیغم لولابی کشمیر کا بیاض'' کے تیرہویں بند میں کہا ہے ؎

نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا
کہ صبح وشام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں

انہی باتوں کو اقبال نے ''بال جبریل'' کی نظم ''مسجد قرطبہ'' کے آخری بند کے درج ذیل شعر میں اس طرح ذہن نشیں کرایا ہے۔ ؎

جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
روحِ امم کی حیات کشمکشِ انقلاب

یہ انقلاب سیاسی رہنماؤں کے ذریعہ عمل میں نہیں آتا؛ کیونکہ اقبال ''ضرب کلیم'' کی نظم ''سیاسی پیشوا'' میں کہتے ہیں

ہمیشہ مور و مگس پر نگاہ ہے ان کی
جہاں میں ہے صفت عنکبوت ان کی کمند

یہ انقلاب ندرت فکر وعمل کا مرہون منت ہے اور جہاں تک عمل کا سوال ہے، عمل کے جذبہ میں وہ طاقت ہے کہ اس کی بدولت تقدیر کے اسرار بھی واضح ہوجاتے ہیں ''بال جبریل'' کی نظم ''مسولینی'' میں کہتے ہیں

ندرت فکر وعمل کیا شئے ہے ذوق انقلاب
ندرت فکر وعمل کیا شئے ہے ملت کا شباب

اقبال نے ذوق انقلاب کے لیے فکر وعمل کی ندرت کی اہمیت کو اپنے کلام میں بہت سے مواقع پر مختلف طریقوں سے ذہن نشیں کرایا ہے ''ارمغان حجاز'' کی نظم ''ملازادہ ضیغم لولابی کشمیر کا بیاض'' کے بارہویں بند میں ان نکتوں کو اس طرح پیش کرتے ہیں:

دگر گوں جہاں ان کے زور عمل سے — بڑے معرکے زندہ قوموں نے مارے
منجّم کی تقویم فردا ہے باطل — گرے آسماں سے پرانے ستارے
ضمیر جہاں اس قدر آتشیں ہے — کہ دریا کی موجوں سے ٹوٹے ستارے
زمیں کو فراغت نہیں زلزلوں سے
نمایاں ہیں فطرت کے باریک اشارے

اقبال نے فطرت کے قوانین اور اس کے طریق کار پر یہ نکتہ ذہن نشیں کرایا ہے کہ فطرت افراد کے قصور کو تو کبھی کبھی معاف بھی کردیتی ہے؛ لیکن ملت اگر فطرت کی خلاف ورزی کرتی ہے، تو وہ اس قوم کو کبھی معاف نہیں کرتی ''ضرب کلیم'' کی نظم ''دین وتعلیم'' میں کہتے ہیں ؎

فطرت افراد سے اغماض بھی کرلیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

اقبال نے ان اشعار میں ''ذوق انقلاب'' کے نکتوں کو پیش کرنے میں خدائے تعالیٰ کی ان سنتوں کو پیش نظر رکھا ہے، فرمایا گیا ہے۔

وہ (اللہ) کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو عطا کی ہو، اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم خود اپنے طرز عمل کو نہیں بدل دیتی۔ (الانفعال ۵۳)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی اور جب کسی قوم کی شامت لانے کا فیصلہ کرلے، تو پھر کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی اور نہ اللہ کے مقابلے میں ایسی قوم کا کوئی حامی و مددگار ہوسکتا ہے۔ (الرعد ۱۱)

انہی آیات کے حوالوں سے اقبال کسی قوم میں انقلاب پیدا کرنے کے نکتوں پر اپنے فارسی مجموعۂ کلام ''پیام مشرق'' کے دیباچہ میں یہ اظہار خیال کرتے ہیں۔

''زندگی اپنے حوالی میں کسی قسم کا انقلاب نہیں پیدا کرسکتی، جب تک کہ اس کا وجود انسانوں کی ضمیر میں متشکل نہ ہو' فطرت کا یہ اٹل قانون جس کو قرآن نے سورۃ الانفال کی آیت ۵۳/ اور سورۃ الرعد کی آیت ۱۱/ کے اندر سادہ اور بلیغ الفاظ میں بیان کیا ہے۔

انہی آیات کے پس منظر میں ''ضرب کلیم'' کی درج ذیل نظم ''آج اور کل'' ہے جو صرف درج ذیل دو ہی اشعار پر مشتمل ہے۔

وہ کل کے غم و عیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا جو آج خود افروز و جگر سوز نہیں ہے
وہ قوم نہیں لائق ہنگامۂ فردا جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے

قرآن کریم شعور میں انقلاب پیدا کرتا ہے، اس کی زندہ مثال رسول اللہ کی دعوت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذریعے فکر و عمل میں لائے گئے وہ انقلاب ہیں، جو تاریخ اسلام کے زریں باب ہیں، جب کسی فرد یا قوم کے فکر و عمل میں انقلاب پیدا ہوجاتا ہے تو اس سے لازماً خودی میں انقلاب پیدا ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے قوم دنیا میں انقلاب پیدا کردیتی ہے، اقبال کا کہنا ہے کہ اگر مسلمان قرآن کریم کے مقرر کردہ خطوط پر اپنی خودی میں انقلاب پیدا کرلیں تو اگر چہ دنیا تو وہی رہے گی، لیکن ساقی کا طریقۂ مئے نوشی کا انداز بدل جائے گا اور ساتھ ساتھ متذکرہ بالا آیات کے پیش نظر قدرت کے طرز عمل میں بھی تبدیلی آئے گی، خودی میں انقلاب پیدا ہونے اور اس کے نتائج پر ''ضرب کلیم'' کی نظم ''محراب گل افغاں کے افکار'' کے تیسرے بند میں اقبال کہتے ہیں:

تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا عجب نہیں ہے کہ یہ چار سو بدل جائے
وہی شراب وہی ہائے وہو رہے باقی طریق ساقی و رسم کدو بدل جائے

اس انقلاب کے لیے جس کی اقبال ترغیب دیتے ہیں ایک ''مہدئ برحق'' بھی پیدا کرنے کی وہ تلقین کرتے ہیں جو پرانے فرسودہ اور دور از کار خیالات کے بدلے قوم کو جمود کی دنیا سے نکال کر تحقیق و انکشاف کی دنیا میں داخل کرسکے ''ضرب کلیم'' کی نظم ''مہدئ برحق'' میں کہتے ہیں:

دنیا کو ہے اس مہدئ برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالم افکار

اقبال روح امم کی حیات کو ''کشمکش انقلاب'' پر موقوف کرتے ہیں اور وہ اسی کشمکش کی علماء، ادیب، شاعر اور ہر صاحب فکر سے امید کرتے ہیں؛ کیونکہ پورے معاشرے میں فکر و عمل کا جذبہ پیدا کرنا ان سب کا فریضہ ہے۔

اقبال صوفیوں سے مخاطب ہوکر ان کے ذکر نیم شبی، مراقبے اور سرور پر انہیں متنبہ کرتے ہیں کہ اگر یہ سارے افعال قوم کی خودی میں انقلاب پیدا نہیں کرتے، یعنی جہاد پر آمادہ نہیں کرتے تو یہ سب بیکار ہیں ''کشمکشِ انقلاب کو ''شریکِ شورشِ پنہاں'' سے تعبیر کرتے ہوئے ''ضرب کلیم'' کی نظم ''تصوف'' میں کہتے ہیں۔

یہ حکمتِ ملکوتی ، یہ علمِ لاہوتی حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ ذکر نیم شبی ، یہ مراقبے ، یہ سرور تری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ عقل، جو مہ و پرویں کا کھیلتی ہے شکار
شریکِ شورشِ پنہاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اقبال مخلوقات ہنر سے بھی اپنے تخیلات کے ذریعہ جدوجہد اور مشکلات زندگی پر غالب آنے کا جذبہ پیدا کرنے کی امید رکھتے ہیں،

مگر اپنے دور کے ہنروران ہند سے وہ ناامیدی کا اظہار ''ضرب کلیم'' کی نظم ''مخلوقات ہنر'' میں اس طرح کرتے ہیں۔

نہ خودی ہے، نہ جہانِ سحروشام کے دور   زندگانی کی حریفانہ کشاکش سے نجات
تو ہے میت یہ ہنر تیرے جنازے کا امام   نظر آئی جسے مرقد کے شبستاں میں حیات

پھر اسی مجموعہ کی نظم ''فنون لطیفہ'' میں کہتے ہیں:

جس سے دلِ دریا متلاطم نہیں ہوتا   اے قطرۂ نیساں وہ صدف کیا، وہ گہر کیا
شاعر کی نوا ہو کہ مغنیؔ کا نفس ہو   جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا

اور پھر اسی مجموعہ کی نظم ''جدت'' میں اظہار تاسف کرتے ہیں:

دیکھے تو زمانے کو اگر اپنی نظر سے   افلاک منور ہوں تیرے نور سحر سے
خورشید کرے کسب ضیاء تیرے شرر سے   ظاہر تری تقدیر ہو سیمائے قمر سے
دریا متلاطم ہوں تیری موج گہر سے   شرمندہ ہو فطرت تیرے اعجاز ہنر سے

اغیار کے افکار و تخیل کی گدائی
کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی

اور فکر و عمل کے جمود پر ''ضرب کلیم'' کی غزل (بعد از نظم ''ہندی اسلام'') میں کہتے ہیں:

تیرا بحر پر سکوں ہے یہ سکوں ہے یا فسوں ہے؟   نہ نہنگ ہے، نہ طوفاں، نہ خرابیٔ کنارہ
تو ضمیر آسماں سے ابھی آشنا نہیں ہے   نہیں بے قرار کرتا تجھے غمزۂ ستارہ

اور اسی مجموعہ کی نظم ''وحی'' میں تاسف کرتے ہیں:

فکر بے نور تیرا، جذب عمل بے بنیاد
سخت مشکل ہے کہ روشن ہو شبِ تارِ حیات

پھر ''ارمغان حجاز'' کی نظم ''آوازِ غیب'' میں کہتے ہیں:

کس طرح ہوا کند تیرا نشتر تحقیق   ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جگر چاک؟
تو ظاہر و باطن کی خلافت کا سزاوار   کیا شعلہ بھی ہوتا ہے غلامِ خس و خاشاک؟

مہر و مہ و انجم نہیں محکوم تیرے کیوں؟
کیوں تیری نگاہوں سے لرزتے نہیں افلاک

''کشمکش حیات'' سے گریز کو اقبال ''ضرب'' کلیم کی نظم ''شکست'' میں شکست سے تعبیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

گریز کشمکش زندگی سے مردوں کی
اگر شکست نہیں تو اور کیا ہے شکست

جب اقبال ''روح امم کی حیات'' کو ''کشمکش انقلاب'' سے اور ''ندرت فکر و عمل'' کو ''ذوق انقلاب'' سے تعبیر کرتے ہیں، تو وہ حال کی ناآسودگی سے فرار اور روشن مستقبل کے لیے کچھ گُلیے بھی پیش کرتے ہیں، ''ضرب کلیم'' کی نظم ''تخلیق'' میں کہتے ہیں:

جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا
وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے
جو ہر نفس سے کرے عمر جاوداں پیدا

/////☆☆☆☆☆////

نوٹ

ماہنامہ نقوش اسلام کے قارئین کے لیے فرحت بخش خبر یہ ہے کہ جناب بدیع الزماں صاحب جو کہ ہمارے رسالہ کے مستقل کالم نگار ہی نہیں بلکہ ایک مایہ ناز ادب نواز اور ماہر اقبالیات ہیں، ان کو ان کی ادب نوازی اور خدمات کے لیے ابھی حال ہی میں بہار اردو اکاڈمی پٹنہ نے مبلغ پندرہ ہزار روپے کے اعزاز سے نوازا ہے۔

ادارہ ان کو اس اعزاز کے لیے مبارک باد پیش کرتا ہے کہ اور ان کے لیے دعا گو ہے۔

(سب ایڈیٹر)

جائزہ

دوسری قسط

یورپ کی بھیانک مذہبی عدالت کی سرگزشت

محمد زکریا ورک (کنگسٹن کینیڈا)

ممنوعہ کتابوں کی فہرست:

چرچ کی تاریخ میں پہلی بار ۴۰۵ عیسوی میں پوپ انوسینٹ اول Pope Innocent 1 نے ممنوعہ کتابوں کی فہرست شائع کی، جس کا نام Index of forbidden Books تھا، چنانچہ اس کے بعد یہ روایت ہوگئی کہ مختلف پوپ وقتاً فوقتاً ایسی ممنوعہ کتابوں کی فہرست جاری کرتے رہے، ۱۵۴۲ء میں انکوئے زیشن کے اجتماع میں یہ طے کیا گیا کہ ممنوعہ کتب کی ایک مکمل فہرست تیار کی جائے، ۱۵۵۹ء میں ایک انڈیکس تیار کیا گیا جس میں ۵۸۳ مصنفین کے نام دئے گئے تھے، اس کے بعد ایک اور انڈیکس شائع ہوا جس کا نام پالین انڈیکس Pauline Index تھا، جس میں یورپ کے پروٹسٹنٹ فرقہ کے مصنفین کے نام دیئے گئے تھے، ۱۵۶۲ء میں ایک اور انڈیکس شائع ہوا، جس کا نام ٹرائی ڈین ٹین انڈیکس Tridentine Index تھا یہ بہت ہی جامع انڈیکس تھا جس میں سینسر شپ کے قواعد اور اصول بھی بیان کئے گئے تھے، اگلے دو سو سال تک اس انڈیکس میں اور کتابیں شامل کی جاتی رہیں، ۱۶۶۲ء میں انڈیکس حروف تہجی کے مطابق شائع کیا گیا، ۱۷۵۷ء میں جانچ پڑتال کے بعد اور پھر دوبارہ ۱۸۹۷ء میں تصحیح کے بعد انڈیکس تیار کئے گئے، اس کا آخری ایڈیشن (بتیسواں) ۱۹۴۸ء میں منظر عام پر آیا جس میں ۴۰۰۰ ہزار کتابوں، رسالوں کے نام دیئے گئے تھے۔

۱۹۶۶ء میں چرچ کی طرف سے اس کی طباعت باضابطہ طور پر ختم کردی گئی، اس کے باوجود بعض کتابوں کی اشاعت کے لیے کیتھولک چرچ سے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے، آزادیٔ خیال نیز لکھنے اور بولنے کی آزادی ہمارے دور کی جدید آزادیوں میں سے ہیں، چند صدیاں قبل یہ سمجھنا کہ ہر انسان کو سوچنے، بولنے اور لکھنے کی آزادی ہے یہ بالکل ناممکن تھا، جن ناموراور عالمی شہرت یافتہ ادیبوں، مفکروں اور فلاسفروں کی کتابیں مذکورہ فہرست میں شامل ہیں، ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی یہ ہیں:

پاسکل، وکٹر ہیوگو، جین پال سارتر، جان کالوین، سپینوزا، ڈیوڈ ہیوم، جان لاک، کانٹ، ہنری برگساں، ایڈورڈ گبن، جان ملٹن، ارنسٹ رینان (ابن رشد کی سوانح پر کتاب ۱۸۵۲ء)۔

اسپینش انکوئے زیشن ۱۴۸۰ تا ۱۸۳۴ء:

جب کنگ فرڈینڈ (دورحکومت ۱۵۱۶-۱۴۵۲) اور کوئین ایزابیلا (دورحکومت ۱۵۰۴- ۱۴۵۱) نے سارے اسپین کو ۱۴۷۹ء میں ایک جھنڈے تلے متحد کرلیا، تو ان کے دل میں ان کی حکومت کے خلاف انقلاب کے خوف نے ہلچل مچادی، جب کوئین کے مذہبی امور کے مشیر ٹامس ڈے ٹور کیماڈا (Tomas De Tor Quemada1420 1498) نے اس کے کان میں بھنک ڈال دی کہ ایسے یہودیوں کی اکثریت جو عیسائی بن گئی تھی (Conversos) وہ خفیہ طور پر یہودی مذہب کی رسومات ابھی تک انجام دے رہے تھے اور بھولے بھالے عیسائیوں کو ورغلا رہے تھے تو وہ غصہ میں آپے سے باہر ہوگئی، اس نے فوراً پوپ چہارم Pope Sixtus IV سے اجازت طلب کی کہ اسے اسپین انکوئے زیشن کے قیام کی اجازت دی جائے یہ اجازت بغیر حیل وحجت کے اسے ۱۴۷۸ء میں مل گئی اور اس پر عمل درآمد ۱۴۸۰ء میں شروع ہوگیا۔

یورپ کے دوسرے ممالک میں ہونے والی انکوئے زیشن کی تباہ کاریوں سے اسپین ۱۴۸۰ء تک محفوظ رہا ،اس کی بڑی وجہ مسلمانوں اور یہودیوں کی یہاں کثیر تعداد تھی ،جس کی وجہ سے اسپین صدیوں سے ملٹی ایتھنک ملٹی کلچرل چلا آ رہا تھا،اس خطہ زمین پر مختلف اقسام کی قومیں مذاہب اور نسلیں آباد چلی آ رہی تھیں،جس نے یہاں کی زمین اور عوام کو علمی طور پر سائنس، ادب اور کلچرل میں تخلیقی اور ایجادی بنا دیا تھا۔

اسپین میں رہنے والے کیتھولک افراد کو اپنے مذہب کے مطابق سختی سے زندگی گزارنے پر مجبور کرنے کے لیے اور ملک کو سیاسی اتحاد دینے کے لیے ملکہ ایزابیلا Queen Isabella اور اس کے جیون ساتھی بادشاہ فرڈینڈ King Ferdinand نے ۱۴۸۰ء میں انکوئے زیشن شروع کی، اس مذہبی عدالت کو تاکید کی گئی کہ اس کورٹ کے قواعد کا اطلاق نیک عمل یہودیوں پر نہیں ہوگا، شروع میں مسلمانوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی کھلی اجازت تھی، مگر ۱۵۰۱ء میں بادشاہ اور ملکہ نے شاہی فرمان جاری کیا کہ کیسٹیل اور گرے ناڈا کی ریاستوں میں رہنے والے مسلمان یہاں سے فوری طور پر کوچ کر جائیں، البتہ جو عیسائیت قبول کر لیں گے، ان کو رہائش کی اجازت ہوگی، ایسے مسلمان جو حلقہ بگوش عیسائیت ہو گئے ان سب کو اصطباغ (بپتسمہ) دیا گیا، بہت سارے فدائیان رسول ایسے بھی تھے جو اسلامی عقائد پر خفیہ طور پر عمل کرتے رہے۔

عدالت کا طریقہ کار:

اسپینش انکوئے زیشن کا آغاز اشبیلہ Seville شہر کے مرکز میں موجود ڈومینکن کانوینٹ Dominican convent of S Pablo کی عمارت میں ہیڈ کواٹر کے قیام سے ۱۷ ستمبر ۱۴۸۰ء کو ہوا، کنگ فرڈینڈ نے ڈومینی کن فرقہ کے دوراہبوں موریلو اینڈ مارٹن De morillo & San Martin اور ان کے دو معاون مقرر کر کے انکوئے زیشن کی عدالت کا کام شروع کیا، جلد ہی اس کی بربریت اور اذیت کا اندازہ لوگوں کو ہو گیا، جو لوگ اس عدالت کی رو سے مجرم گردانے جاتے تھے ان میں سے بعض کے ہاتھ قلم کر دیئے، یا بعض ایک کو زندہ نذر آتش کر دیا گیا، لوگوں کو سخت ترین سزائیں دی گئیں، کئی معصوم افراد کو جیل میں ڈال کر ان کو غیر عیسائی قرار دے کر ان کی جائیدادوں پر قبضہ کر لیا گیا، یوں انکوزیٹرز کے گھروں میں گھی کے دیئے جلنے لگے۔

اس بھیانک عدالت کے خوف سے جب ہزاروں یہودی اس شہر سے خود ہی راہ فرار اختیار کر دوسری ریاستوں میں چلے گئے، تو ان کی جائیدادوں پر بادشاہ نے قبضہ کر لیا، یوں شاہی خزانہ جلد ہی اس لوٹ مار سے ملنے والی دولت اور بے محابہ جائیداد سے بھر گیا، پوپ کے سامنے روم میں ان کی شکایت کی گئی، مگر اسپین کے بادشاہ نے سفارش کر کے ان کی جان بخشی کروالی، وہ مسلمان جو عیسائی ہو گئے تھے ان کو بھی شہر چھوڑنے پر ممانعت تھی، ماسوا اس کے اگر وہ اپنی جائیداد چھوڑ جائیں کوئی فریاد رس نہ تھا، اسپین میں ایسی تھرا دینے والی مذہبی عدالتوں کی کل تعداد پندرہ تھی، جو مختلف شہروں میں جیسے: بارسلونہ، قرطبہ، کوئینکا، غرناطہ، لانگ رونو، میڈرڈ، مریہ، اشبیلیہ، ٹولڈو، ویلنسا اور سارا گوسا میں مصروف عمل رہیں، پندرہویں صدی کے شروع میں ہی اسپین میں ایک سرکاری سینٹرل ٹریبونل Supremay Ganeral Inquisicion قائم کر دیا گیا۔

ٹریبونل کا طریق کار:

جس کسی قریہ یا شہر میں ٹریبونل کارروائی شروع کرتا تو اس جگہ ارتداد کے جرم کا ارتکاب کرنے والے افراد کو اقبال جرم کرنے اور توبہ کرنے کا موقع دینے کے لیے ایک سرکاری اعلان Edict of Grace شائع کر کے مختلف عوامی جگہوں پر چسپاں کر دیا جاتا تھا، عوام کو یقین دہانی کرائی جاتی کہ ان سے رحم کا سلوک کیا جائے گا، جس کے لیے تیس سے چالیس روز کا عرصہ Term of Grace ان کو دیا جاتا تھا، اگر اس عرصہ میں کوئی تائب ہو کر ٹریبونل کے سامنے نہ آتا تو اس کے بعد انکوئے زیشن کے جابر قوانین کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا تھا، وقتاً فوقتاً ایک اور شاہی فرمان Edict of Faith شائع کیا جاتا، جس میں لوگوں سے کہا جاتا کہ اگر وہ کسی ایسے مرتد یا ملحد یا عیسائیت کے عقائد کے خلاف بولنے والے کو جانتے ہیں تو اس کا نام سرکاری افسران کو بغیر لیت و لعل کے فراہم کر دیں۔

جب کسی کا نام ٹریبونل کو دیا جاتا تو افسران کو اس کے خلاف مجرموں سے شہادت لینے میں ذرا بھی رد و قدح نہ ہوتی تھی، دو گواہوں کا ہونا ہر حالت میں لازم تھا، خود ملزم کی گواہی کی وقعت نہ ہوتی تھی، اگر ملزم کے حق میں کوئی گواہ پیش ہونے کی جرأت کرتا تو اس پر بھی ملحد ہونے کا شک کیا جاتا تھا، اس لیے مدعا علیہ کے حق میں عموماً کوئی گواہ پیش نہ ہوتا تھا، البتہ جھوٹی گواہی دینے والوں (Pergury) کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔

ٹریبونل کی دھمکی اور دھونس سے کام پورا کرنے والے جاسوس جن کو Confidants کہا جاتا تھا، وہ شہر کے مختلف محلوں میں گھومتے پھرتے یا پھر کھڑکیوں میں سے یہودیت سے تائب ہونے والے عیسائیوں کے گھروں میں جھانکتے، یا پھر وہ دوکانوں پر جا کر معلومات حاصل کرتے، یا ملازموں سے پوچھ گچھ کرتے، یہ کام خاص طور پر جمعہ اور ہفتہ کے روز سرگرمی سے کیا جاتا تھا مثلاً ایک خاتون خانہ کو اس لیے انکوئے زیشن کے حوالے کر دیا گیا؛ کیونکہ اس نے جمعہ کے روز کھانے کی میز پر سفید میز پوش آراستہ کیا تھا۔

عورتوں سے سلوک :

اس مذہبی عدالت کے ماتحت مردوں سے زیادہ عورتوں کو سزائیں دی گئیں، مثلاً ۲۳/ مئی ۱۶۶۰ء کو کومبرا Coimbra کے شہر میں جن اٹھارہ اشخاص کو نذر آتش کیا گیا، ان میں سے ۱۳/ عورتیں تھیں، ۱۷۲۱ء میں میڈرڈ کے شہر میں ایک خاتون ماریا Maria کو زندہ جلا دیا گیا، اس کی عمر ۹۶/ سال تھی، عورت کی خوبصورتی بھی ان کے دل نہ موہ سکتی تھی، مثلاً غرناطہ کی ایک دوشیزہ گارسیا Garcia پوری ریاست میں خوبصورت ترین تسلیم کی جاتی تھی، مگر ۱۸۹۳ء میں اسے سزاوار قرار دیا گیا، ایک عورت ایزابیلا Isabella پر ۱۶۰۸ء میں ٹریبونل میں مقدمہ چلایا گیا، اس کی آخری ساعت ۱۶۶۵ء میں ہوئی جب وہ ۸۰/ سال سے زیادہ عمر کی ہو چکی تھی، وہ جیل میں ہی جاں بحق ہوگئی، ہالینڈ جو اس وقت اسپین کے زیر انتظام تھا ۶۰۰ - ۱۸/ پروٹسٹنٹ عقائد کے پیروکاروں کو موت کی گھاٹ اتارا گیا، جن میں اکثر مردوں کو تو نذر آتش کیا گیا، مگر عورتوں کو زندہ درگور کر دیا گیا تھا، اگر عورت حاملہ ہو تو بھی اس کے ساتھ ایسا ہی بہیمانہ سلوک روا رکھا جاتا تھا، ماسوا اس کے کہ اس کے بیٹھنے کے لیے کوئی چیز دے دی جاتی تھی۔

سزا دیئے جانے کے دوران انکوئے زیشن کا سکریٹری عقوبت خانے میں (Torture Chamber) موجود ہوتا تھا، جو تمام منظر حتی کہ درد سے نکلنے والی چیخوں کی آوازوں کی ماہیئت کو بھی قلم بند کرتا جاتا تھا، مثلاً ۱۵۶۸ء میں ایک عورت کو اس لیے زدوکوب کیا گیا کہ اس نے خنزیر کھانے سے انکار کر دیا تھا، اس لیے اس پر یہودی ہونے کا شک تھا، اگر چہ اس نے بار بار اپنی معصومیت کا اعلان کیا، چھاتی پیٹ پیٹ کر چلاتی رہی، مگر شقی القلب انکوزیٹر اس کو چھڑیاں مارتا رہا کہ سچ بولو۔

ساؤتھ ایسٹ لنڈن (انگلینڈ) میں ایک عجائب گھر ہارنے مان میوزیم Horniman Musueum کے نام سے ہے، یہاں نمائش کے لیے چند ایسی چیزیں رکھی ہوئی ہیں، جن کے ساتھ یہودیوں اور مسلمانوں کو اسپین میں تازیانہ عبرت بنایا جاتا تھا، میڈرڈ (اسپین) کے قریب واقع شہر کوئینکا Cuenca سے لائی گئی ایک پرانی کرسی یہاں موجود ہے، جس کے ذریعہ ملزموں کو صعوبت کا نشانہ بنایا جاتا تھا، ملزم کے ہاتھوں اور پاؤں پر بیڑیاں پہنا دی جاتی تھیں، سر پر ایک ہیلمٹ پہنا دی جاتی جس کے اوپر پیچ لگا ہوتا تھا، جس کو گھما کر اس کے سر پر پریشر ڈالا جاتا تھا ملزم کے کان چھید دیئے جاتے، اس کی ناک کاٹ دی جاتی اور ٹھوڑی پر چاقو سے نشان لگا دیئے جاتے، پھر منہ کو کھلا رکھنے کے لیے ایک آلہ ہوتا، ایک اور چیز سے زبان باہر کھینچ لی جاتی، یا اس کے ناخون نکالنے کے لیے ایک زنبور ہوتا، منہ کو کھلا رکھنے والے آلہ جراحی پر درج ذیل الفاظ کندہ ہیں: Santo oficio Caballero یعنی نوبل ہولی آفس، تاریخ ۱۶۷۶ء۔

ایسا ملزم جس کو زندہ نذر آتش کر دیئے جانے کی سزا سنائی جا چکی ہوتی تھی، اس کی زبان کو لوہے کے دو ٹکڑوں کے درمیان رکھ کر پیچ دار چیز سے پوری قوت سے دبا دیا جاتا تھا، تاکہ وہ گفتگو نہ کر سکے، زبان کی نوک

کوسرخ جلتے ہوئے گرم لوہے کے ساتھ اس طریقے سے جلایا جاتا کہ یہ سوجن سے اتنی موٹی ہوجاتی کہ یہ واپس حلق کی طرف نہ جاسکتی تھی، ایک عورت جس کا نام اینا ہوو Anna Hove تھا اور جو پروٹسٹنٹ فرقہ سے تعلق رکھتی تھی، وہ روزآنہ بائبل تلاوت کرتی تھی، اسے ۱۵۹۷ء میں برسلز کے شہر میں لایا گیا اور کہا گیا کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرلے، جب اس نے انکار کیا، تو اسے شہر سے باہر لے جاکر بڑی بے رحمی کے ساتھ زندہ جلادیا گیا۔

اسپین کی انکوئے زیشن کے دوران لکڑی کی سولی پر لٹکا کر کل کتنے افراد کو لقمہ اجل بنایا گیا؟ اس کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، بعض اندازوں کے مطابق ۱۴۸۰ء سے لے کر ۱۸۰۸ء کے درمیان ۳۲/ہزار افراد زندہ جلائے گئے، ٹورکے مانڈا Torquemanda جب اسپین کا انکوئے زیٹر جنرل تھا، تو اس کے بارہ سالہ دور میں دوہزار لوگوں کو نذر آتش کیا گیا، ایک فرنچ ہسٹورین لانگ لوئیس Langlois کے مطابق ۱۴۸۷ء میں ٹولیڈو کے شہر میں ایک سیشن کے دوران ایک ہزار دوسو نئے عیسائیوں Conversos کو جلایا گیا تھا۔

/////☆☆☆☆☆/////

گزارش

ماہنامہ نقوش اسلام ایک دینی، دعوتی تاریخی معلوماتی، ادبی اور اصلاحی رسالہ ہے اسے خود بھی پڑھئے اور اپنے زیادہ سے زیادہ احباب کو بھی اس کے پڑھنے کی ترغیب دیجئے اس کی سال بھر کی ممبری فیس صرف ۱۰۰/روپیہ ہے۔

(ادارہ)

اسلام کے قلب وجگر پر حملے

شروع ہی سے اسلام کے قلب وجگر اور اس کے اعصاب پر ایسے حملے ہوئے ہیں کہ دوسرا مذہب ان کی تاب نہیں لاسکتا، دنیا کے دوسرے مذاہب جنھوں نے اپنے اپنے وقت میں دنیا فتح کرلی تھی، اس سے کم درجہ حملوں کو سہار نہ سکے، اور انہوں نے اپنی ہستی کو گم کردیا، لیکن اسلام نے اپنے ان سب حریفوں کو شکست دی اور اپنی اصلی شکل میں قائم رہا، ایک طرف باطنیت اور اس کی شاخیں، اسلامی روح اور اس کے نظام عقائد کے لیے سخت خطرہ تھیں، دوسری طرف مسلمانوں کو زندگی سے بے دخل کرنے کے لیے صلیبیوں کی یورش اور تاتاریوں کا حملہ بالکل کافی تھا، دنیا کا کوئی دوسرا مذہب ہوتا تو وہ اس موقع پر اپنے سارے امتیازات کھودیتا اور ایک تاریخی داستان بن کر رہ جاتا لیکن اسلام ان سب داخلی وخارجی حملوں کو برداشت کرلے گیا، اور اس نے نہ صرف اپنی ہستی قائم رکھی بلکہ زندگی کے میدان میں نئی نئی فتوحات حاصل کیں، تحریفات، تاویلات، بدعات، عجمی اثرات، مشرکانہ اعمال ورسوم، مادیت، نفس پرستی، تعیّشات، الحادولادینیت اور عقلیت پرستی کا اسلام پر بارہا حملہ ہوا اور کبھی کبھی محسوس ہونے لگا کہ شاید اسلام ان حملوں کی تاب نہ لاسکے اور ان کے سامنے سپر ڈال دے؛ لیکن امت مسلمہ کے ضمیر نے صلح کرنے سے انکار کردیا اور اسلام کی روح نے شکست نہیں کھائی، ہر دور میں ایسے افراد پیدا ہوئے جنھوں نے تحریفات وتاویلات کا پردہ چاک کردیا، اور حقیقت اسلام اور ''دین خالص'' کو اجاگر کیا، بدعات اور عجمی اثرات کے خلاف آواز بلند کی، سنت کی پرزور حمایت کی، عقائد باطلہ کی بے باکانہ تردید اور مشرکانہ اعمال ورسوم کے خلاف اعلانیہ جہاد کیا، مادیت اور نفس پرستی پر کاری ضرب لگائی تعیّشات اور اپنے زمانہ کے ''مترفین'' کی سخت مذمت کی اور جابر سلاطین کے سامنے کلمہ حق بلند کیا، عقلیت پرستی کا طلسم توڑا، اور اسلام میں نئی قوت وحرکت اور مسلمانوں میں نیا ایمان اور نئی زندگی پیدا کردی، یہ افراد دماغی، علمی، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے اپنے زمانہ کے ممتاز ترین افراد تھے اور طاقتور دلآویز شخصیتوں کے مالک تھے، جاہلیت اور ضلالت کی ہر نئی ظلمت کے لیے ان کے پاس کوئی نہ کوئی ''ید بیضاء'' تھا جس سے انہوں نے تاریکی کا پردہ چاک کردیا اور حق روشن ہوگیا، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کو اس دین کی حفاظت اور بقاء منظور ہے اور دنیا کی رہنمائی کا کام اسی امت سے لینا ہے، اور جو کام وہ پہلے تازہ نبوت اور انبیاء سے لیتا تھا اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبین اور امت کے مجددین ومصلحین سے لے گا۔ (حضرت مولانا علی میاں ندویؒ)

ایمان کی باد بہاری

سبھاش شنکر لال سے
مولوی محمد یونس تک کا ایک تاریخ ساز سفر

ڈاکٹر خلیل الدین شجاع الدین، مکہ مکرمہ

میرا موجودہ نام مولوی محمد یونس ہے، شمسی کیلنڈر کے مطابق میری عمر تقریباً ۵۱؍سال ہے، لیکن اسلامی زندگی کی میری اصل عمر ۲۸؍برس ہے، ۱۶؍دسمبر ۱۹۷۸ء کا وہ تاریخی دن میری زندگی میں ایک انقلابی حیثیت رکھتا ہے، جس دن رب کائنات اللہ سبحانہ تعالی نے مجھے ہدایت وایمان کی نعمت سے سرفراز فرمایا، ۳۱؍جون ۱۹۵۵ء میری تاریخ پیدائش ہے، میرا آبائی وطن صوبہ مہاراشٹر کا ایک قصبہ مانڈول، ناندگاؤں منماڑ ریلوے جنکشن کے قریب واقع ہے اور موجودہ رہائش گاہ قدیم جالنہ صوبہ مہاراشٹر میں ہے، میری بنیادی تعلیم جالنہ کے مہاراشٹر نائٹ اسکول میں ہندی میڈیم سے ہوئی، ۱۹۷۴ء میں میں نے میٹرک کا امتحان دیا، میٹرک کے بعد ذہن میں مستقل مختلف مذاہب کے تعلق سے خیالات آتے رہے، کہ کونسا مذہب سچا دھرم ہے، دماغ میں یکے بعد دیگرے کئی سوالات آنے لگے، کہ ہمارا پیدا کرنے والا تو کوئی ہے؟ اس سنسار کا کوئی تو پالنہار ہے؟ پھر ہندو طرز پوجا پاٹ سے دل اچاٹ ہونے لگا اور آہستہ آہستہ مذہب اسلام کی طرف رجحان بڑھتا گیا۔

میٹرک کے بعد کالج میں داخلہ میں نے محض اس لیے نہیں لیا کہ وہاں مخلوط تعلیم کا نظام تھا، مسلمانوں کی تہذیب میں پردہ کے اہتمام کو دیکھ کر مذہب اسلام کی جانب میرا جھکاؤ مزید بڑھنے لگا اور رفتہ رفتہ پردہ کی اہمیت وافادیت میرے دل کو چھونے لگی، دریں اثناء مولانا مودودیؒ کی ہندی زبان میں اسلام سے متعلق چند کتابوں کا ترجمہ میرے ہاتھ لگا، جن میں خصوصاً اسلام پرویشکا اردو میں رسالہ دینیات اور اسلام مارگ درشن نے مجھے بڑی حد تک متاثر کیا۔

میں اپنے ایک پڑوسی محمد یونس کے حسن اخلاق کی وجہ سے شروع ہی سے ان کا بہت گرویدہ تھا، اکثر وبیشتر وہ مجھے دین کی باتیں بتاتے رہتے تھے، اس دوران ہمارے شہر جالنہ میں اس دور کی ایک مشہور شخصیت سہگل صاحب جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا اور اپنا نیا اسلامی نام یوسف رکھا تھا پونہ صوبہ مہاراشٹر کے معروف تبلیغی جماعت کے ذمہ دار مرحوم مولانا محمد یونس صاحب کے ساتھ جالنہ کے ایک اجتماع میں تشریف لائے تھے اور اپنی تقریر میں بار بار ایک جملہ دہراتے تھے کہ ''بھائیو! سفر آخرت بہت لمبا ہے لہٰذا توشہ ساتھ لے لو'' یہ بات میرے دل کو لگی، میرا ذہن اسلام کے لیے روشن ہو چکا تھا، صرف اللہ کی طرف سے ہدایت کا پیغام آنا باقی تھا، جالنہ کے تین دن کے اجتماع میں مستقل میں ان دینی بھائیوں کی محبت واخوت اور حسن اخلاق کا مشاہدہ کرتا رہا، ۱۴/۱۵/۱۶؍دسمبر ۱۹۸۷ء کے تین دن میری زندگی میں ایک انقلاب وتغیر کی کیفیت پیدا کرتے رہے اور بالآخر اجتماع کے تیسرے دن ۱۶؍دسمبر ۱۹۷۸ء کو میں نے اپنے قبول اسلام کا الحمد للہ اعلان کر دیا۔

موتی مسجد جالنہ میں جماعت کی تشکیل ہو رہی تھی، میں نے بھی اپنا نام وہاں لکھوا دیا، میرا اصل نام سبھاش شنکر لال سامبرے تھا، اللہ کے راستے میں میں اپنا قدیم نام سبھاش تو نہیں لکھا سکتا تھا، لہٰذا اپنے پڑوسی محمد یونس کا نام میری زبان سے بے ساختہ نکل گیا اور ان کی یہ نصیحت یاد

آئی کہ بیٹا جب بھی اسلام قبول کرو گے اور جو بھی نام رکھو گے، اپنے نئے اسلامی نام کے ساتھ محمد یا احمد ضرور لگانا، ان کے حسن اخلاق اور اچھے برتاؤ سے متأثر ہو کر میں نے بھی اپنا نیا اسلامی نام سبھاش شنکر لال سامبرے سے محمد یونس رکھ لیا، بعدازیں میں نے اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا، اردو اور عربی زبانوں کو ابتدائی مرحلوں سے سیکھا اور اللہ کے فضل سے اختتام عالمیت کی سند فراغت پر ہوا اور بخاری شریف جیسی حدیث کی اہم ترین کتاب کو بھی پڑھنے کی اللہ رب العزت نے سعادت بخشی، سبھاش شنکر لال سامبرے سے مولوی محمد یونس تک کا یہ سفر کئی مسائل سے دوچار رہا، کئی مشکلات سامنے آئیں، قبول اسلام کے بعد آزمائش کے دور سے بھی گزرنا پڑا، حتی کہ جیل کی سلاخوں میں بھی زندگی کے چند یادگار و مبارک لمحات گزارنے کا موقع نصیب ہوا، لیکن اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ اور توکل کی وجہ سے میرے قدم جمے رہے، بے شک قرآن پاک کی یہ آیت میرے لیے مشعل راہ بنی رہی ''اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدم جمادے گا'' (سورہ محمد، آیت ۷) واقعہ یہ ہے کہ اس آیت کریمہ کی بغور تلاوت کرتے رہنے سے میرا حوصلہ بڑھتا رہا۔

میرے حقیقی بڑے بھائی وسنت اور چھوٹے بھائی دھن راج ہیں میری والدہ محترمہ ہرکوبائی اور بہن ہیرابائی آج بھی بقید حیات ہیں اور میں اللہ رب العزت سے ان حقیقی بھائی، بہن والدہ کے لیے ہدایت کی دعا بھی کرتا ہوں، بھائیوں سے میری آج بھی ملاقات ہوتی ہے، لیکن وہ مجھے دین اسلام کے پرچار اور اشاعت کی اجازت نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ آپ کو جس دھرم کا پالن کرنا ہے وہ شوق سے کریں؛ لیکن ہم پر کوئی جبر و زبردستی نہ کریں۔ ''دین میں کوئی جبر نہیں اور تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین'' جیسی آیات قرآنی کے پیش نظر میں صبر و تحمل سے کام لیتا ہوں اور ان کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ انہیں بھی ہدایت کے چراغ سے منور فرمائے۔ (آمین)

میری اہلیہ عائشہ بی بی نومسلمہ ہیں اور اللہ کے فضل سے دین کے اصول وضوابط پر پوری عزیمت کے ساتھ عمل پیرا ہیں، میرے بیٹے حنظلہ، حذیفہ اور ابوبکر ہیں اور بیٹی ام ہانی ہے، میرے دو بیٹے اس وقت قرآن کریم حفظ کر رہے ہیں اور انشاء اللہ عنقریب اسے وہ مکمل کرلیں گے، میری خواہش ہے کہ وہ دین کی اعلی سے اعلی تعلیم حاصل کریں اور دین اسلام کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کردیں۔ (آمین)

یہ ہیں مولوی محمد یونس صاحب، جو راقم سطور سے حرم شریف میں موجود کلینک میں ملاقات کی غرض سے آئے تھے، نیز ساتھ میں ہندوستان کے مشہور عالم دین اور خانوادۂ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی سے تعلق رکھنے والے محترم مولانا عبداللہ حسنی ندوی کا ایک تعارفی خط بھی لائے تھے، راقم الحروف کو مولوی محمد یونس سے مل کر غیر معمولی مسرت ہوئی، حرم شریف میں ایک نومسلم کے قبول اسلام کا واقعہ اور ایک عالم دین کی حیثیت سے ان کا تعارف و دیگر تفصیلات کو سن کر راقم سطور بہت متأثر بلکہ محظوظ ہوا۔

مولوی محمد یونس کے اس علمی سفر کے تعلق سے استفسار پر معلوم ہوا کہ ۱۶/ دسمبر ۱۹۷۸ء کو انہوں نے اسلام قبول کیا اور پھر چند ماہ حیدرآباد دکن میں مولانا حسام الدین عاقل کے مشہور مدرسے دارالعلوم حیدرآباد میں گزارے، بعدازیں بلریا گنج اعظم گڑھ، یوپی کے جامعۃ الفلاح کا رخ کیا، یہاں بھی انہیں چند ماہ تعلیم حاصل کرنے کی سعادت حاصل رہی، اس کے بعد اسلامک سنیٹر ویلور میں مرحوم جمیل صاحب کے قائم کردہ اسلامی مرکز میں چھ ماہ کا نصاب مکمل کیا، جو خصوصاً نومسلموں کی تربیت کو مدنظر رکھ کر بنایا گیا ہے، اس کے بعد عمر آباد نارتھ ارکاٹ میں واقع جامعہ دارالسلام عمرآباد میں پانچ سال کا وقفہ گزارا، یہاں سے فراغت کے بعد عالم اسلام کی مشہور درسگاہ ندوۃ العلماء میں بھی ایک سال کی مدت صرف کی، یہاں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور آخر میں مالیگاؤں صوبہ مہاراشٹر کی درسگاہ بیت العلوم سے سند فراغت حاصل کی اور اپنے اس طویل علمی سفر میں اللہ تعالی کے ذکر وفکر

کے ساتھ بھی وابستہ رہے۔

بالآخر سبھاش شنکر لال سامبرے ایک عالم دین بننے کے بعد مولوی محمد یونس کی حیثیت سے خدمت دین میں مصروف ہوگئے اور اللہ کے فضل سے مزید پندرہ لوگوں کے اسلام میں داخلہ کا ذریعہ بھی اب تک بن چکے ہیں، حلقۂ اسلام میں داخل ہونے کے بعد آپ نے اپنے جذبات واحساسات کا اظہار کس طرح کیا؟ اس سوال کے جواب میں انہوں نے دین اسلام کو ایک نعمت سے تعبیر کرتے ہوئے قرآن پاک کی اس آیت کا حوالہ دیا۔

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام مکمل کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین (بننے کے لیے) پسند کیا''۔ (سورہ مائدہ آیت ۳) مولوی محمد یونس نے حالات حاضرہ کے تحت مسلمانوں کو درپیش مسائل ودشواریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ بظاہر حالات سخت سے سخت تر آئیں گے؛ لیکن دل جمعی اور استقامت سے ہمیں ان کا مقابلہ کرنا ہوگا، آخرت کی کامیابی کو سامنے رکھتے ہوئے دنیا کی عارضی کدورتوں ومشقتوں کو نظر انداز کر کے صبر وشکر اور تحمل سے کام لینا ہوگا۔

مولوی محمد یونس نے مسلمانوں کو توحید پر سختی سے عمل کرنے کی دعوت دی کہ توحید ہی ہمارے مذہب اسلام کی اصل اساس ہے اور اس ضمن میں ہماری سوسائٹی میں بے پناہ سدھار واصلاح کی ضرورت ہے؛ کیونکہ اگر ہمارے عقائد درست ہوں گے تو تمام معاملات خوب سے خوب تر ہوں گے اور اگر عقیدۂ توحید میں کمزوری رہی تو ہماری زندگی کی ساری محنت اکارت ہوجانے کا خطرہ ہے، لہٰذا اس پہلو پر بھی ہمیں سختی سے عمل کرنا ہوگا۔

دور حاضر میں غیر مسلموں میں دعوت وارشاد کا کام کس طرح کیا جائے؟ اس موضوع پر دوران گفتگو انہوں نے کہا کہ غیر مسلموں سے اعلیٰ سے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے انفرادی واجتماعی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا جائے، اسلام کے خلاف اکثر وبیشتر پیش آنے والے شکوک وشبہات کو اچھے انداز میں سمجھایا جائے اور اسلامی حکمتوں کو انتہائی موثر طریقے سے غیروں کے سامنے پیش کیا جائے، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور اسوۂ حسنہ سے سبق لیا جائے کہ کس طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا، حتی کہ دشمنان اسلام جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہوتے گئے، اسی طرح صحابہ کرام کی زندگیوں سے بھی ہم درس حاصل کریں کہ قبول اسلام کے بعد صحابہ کرام نے کن کن مصائب ومشقتوں کا سامنا کیا اور اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ کر کے ان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

آج کے مسلمانوں کے نام آپ کا کیا پیغام ہے؟ اس سوال پر انہوں نے قرآن کریم کی اس آیت کا حوالہ دیا: ''اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''۔ (سورہ بقرہ ۲۰۸) انہوں نے کہا کہ اس آیت کی رو سے ہمیں اپنی زندگی کا جائزہ لینا اور محاسبہ کرنا ضروری ہے کہ اسلامی خطوط پر کیا واقعی صحیح معنوں میں ہم عمل پیرا ہیں اور اگر ہم اسلام پر عمل نہیں کر رہے ہیں تو یہ ہمارے لیے انتہائی بے غیرتی اور ''زندگی بے بندگی میں ہے شرمندگی'' کا معاملہ ہوگا، انہوں نے ایک اہم نکتہ پر روشنی ڈالی کہ انسان کو جب کسی چیز کی طلب وتڑپ اور جستجو ہوتی ہے تو وہ اس کی یافت کے لیے ہر ممکن کوشش اور مساعی جمیلہ کرتا ہے، اور پھر اللہ کی مدد اور تائید غیبی بھی اس کے ساتھ ہوجاتی ہے، حبشہ سے حضرت بلال، ایران سے حضرت سلمان فارسیؓ حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب اور جلیل القدر صحابہ کرام میں شمار ہوئے اور جب اسلام کی تڑپ اور طلب نہیں تھی تو ابوجہل اور ابولہب رشتہ کے اعتبار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے؛ لیکن اسلام سے محروم رہے، اسی طرح حضرت نوح کے بیٹے، حضرت لوط کی بیوی اور حضرت ابراہیم کے والد آذر کو دیکھئے جن کے لیے اللہ کی جانب سے راہ ہدایت ہموار نہیں ہوسکی، بڑی عبرت کی

بات ہے،اسلام کے لیے چاہت،طلب اور تڑپ کی ضرورت ہے تا کہ ایمان کی اصل حرارت اور چاشنی ہمیں نصیب ہو جائے۔

مولوی محمد یونس صاحب کی جدہ سے صنعاء (یمن) اور یمن سے ممبئی کی فلائٹ تھی، راقم سطور انہیں جدہ ایئر پورٹ کے خارجی ٹرمینل پر الوداع کہہ رہا تھا اور سورۂ بقرہ کی یہ آیت نگاہوں کے سامنے تھی کہ ''احکام الٰہی کی اطاعت وتعمیل ضروری ہے ورنہ اللہ کے غضب سے ہمیں کوئی بچا نہیں سکتا'' اور جم گئی ان پر ذلت اور پستی اور مستحق ہو گئے غضب الٰہی کے اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ لوگ منکر ہو جاتے تھے احکام الٰہیہ کے اور قتل کر دیا کرتے تھے،پیغمبروں کو ناحق'' (سورہ بقرہ ۶۱) اللہ کرے کہ اسلام کی اصل تڑپ وطلب ہم میں پیدا ہو جائے، قبول اسلام کے اس واقعہ سے ہمیں یہی نتیجہ اخذ کرنا چاہئے کہ ہماری یہ زندگی اللہ کی دی ہوئی ایک امانت ہے، اور اس کے ایک ایک لمحے کا ہمیں حساب دینا ہے، کیا ہی بہتر ہوگا اگر زندگی کے یہ لمحات خالق و مالک کائنات کے پیغام کو مخلوق تک پہنچانے میں کام آ جائیں، اللہ ہم سب کو اس کی توفیق دے اور اپنے احکام کا پابند بنا دے۔

وضاحت

مقالہ نگار حضرات اپنے مقالات ومضامین میں جو رائے پیش کرتے ہیں وہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہوتی ہے، ادارہ کا اس سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

ماہنامہ نقوش اسلام

ایک عظیم اصلاحی اور دعوتی تحریک کا نام ہے، صرف ایک ممبر بنا کر آپ بھی اس تحریک میں شامل ہو سکتے ہیں۔ (ادارہ)

﴿بقیہ صفحہ ۱۳ کا﴾ گریہ طاری ہو جاتا ہے، ان کے دل متأثر ہوتے ہیں، اس طرح کتنے لوگ ہیں جو تلاوت کو سن کر ہی ایمان میں داخل ہو گئے اور کتنے وہ لوگ ہیں جو اپنے فن کے ماہر ہیں، کوئی قانون کا ماہر ہے، قرآن کے در پر وہ آتے ہیں تو ان کو معلوم ہوتا کہ یہی وہ در ہے جس سے ہماری پیاس بجھ سکتی ہے، اور وہ "اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهَ" پڑھنے لگتے ہیں، لیکن آج ہمارا حال یہ ہے کہ قرآن پر ہم نے خود بھی عمل نہیں کیا اور جب ہم خود بھی قرآن پر عمل نہیں کرتے ہیں، تو کس طرح اس پر دوسرے عمل کرنے والے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں؛ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم قرآن کو طاقوں میں رکھ دیں اور الماریوں میں سجا دیں، بلکہ قرآن ہماری زندگیوں کے اندر انقلاب برپا کرنے آیا تھا؛ لیکن ہمارا تعلق اس سے کمزور ہو گیا اس کے حقوق کی ادائیگی میں ہم کوتاہی کرنے والے ہو گئے، اس کے پیغام کو عام نہیں کیا، نہ خود سمجھے اور نہ دوسروں کو سمجھایا جس حد تک ہم نے کوتاہی کی ہے اسی حد تک آج ہم شکست خوردہ ہیں، اسی حد تک ہم پسپائی کا شکار ہیں اور آج ہم پیچھے کی طرف چلے جا رہے ہیں۔

تو میرے بھائیوں! یہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ آج ہمارے بچوں کو قرآن کی تعلیم دی جا رہی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ ہونا چاہئے کہ ہم اپنے بچوں کو قرآن کا کچھ ترجمہ بھی سکھائیں، سورۂ فاتحہ کا معنی معلوم ہو جائے اور ہمارے پڑھے لکھے لوگ جو نماز پڑھتے ہیں، ان کو کچھ نہ کچھ سورتیں یاد ہونی چاہئیں، اگر ان کو چھوٹی چھوٹی سورتوں کے معنی بھی یاد کرا دیئے جائیں، خاص طور سے سورہ فاتحہ، سورہ اخلاص وغیرہ کا تو بھی ہم قرآن کی حفاظت میں آ جائیں گے اور اللہ کی حفاظت میں آ جائیں گے اور دنیا کی کوئی قوم اور دنیا کا کوئی دشمن ہمارا بال بے کا نہیں کر سکے گا، بس اتنی بات اگر ہم سمجھ لیتے ہیں تو ہم انشاء اللہ کامیاب ہوں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان اسباب کے اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس سے قرآن کریم کی قدر و قیمت پہچانی جاتی ہے اور اس کی حفاظت ہوتی ہے۔

مکتوبات اکابر

مکتوبات مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خانصاحب جلال آبادی-ایک نیاز مند کے نام

محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی

حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی کا نام نامی، اسم گرامی جامعہ بیت العلوم پہلی مزرعہ کے زمانہ قیام میں ہی کانوں میں پڑا تھا، بلکہ وہاں سے متعدد مرتبہ جمعہ کے روز حضرت کی خدمت میں حاضری بھی ہوئی، پہلی مرتبہ حضرت کی زیارت کا موقع اس طرح ملا کہ پہلی مزرعہ مدرسہ میں کچھ مہمان آئے ہوئے تھے، معلوم نہیں کہ وہ گجرات کے تھے، یا باہر کسی ملک کے، ان کے ساتھ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، مدرسہ فیض ہدایت رحیمی اور خانقاہ رحیمی رائے پور، مدرسہ فیضان رحیمی مرزا پور، مدرسہ انوار القرآن نعمت پور اور شاید پھر دیوبند جانا ہوا، اگلے روز وہاں سے شام کو جلال آباد پہنچے، پھر صبح کو غالباً ناشتہ کے بعد دس گیارہ بجے وہ مہمان حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب سے ملاقات کے لیے ان کی قیام گاہ پر گئے، میں بھی ساتھ ہولیا، حضرت مولانا نے راقم سے دریافت کیا، کیوں آئے؟ میں بزرگوں کے آداب اور وہاں کے سوال وجواب سے نابلد تھا اور حضرت سے واقف بھی نہ تھا، بس دیکھا دیکھی گیا تھا، حضرت کو شاید یہ شبہ ہوا ہو کہ ہمارے ہی مدرسہ کا طالب علم ہے اور یہ پڑھائی کا وقت ہے، یہ یہاں کیوں آ گیا، خیر میں نے بھی بڑی سادگی میں کہہ دیا کہ مہمانوں کے ساتھ آیا ہوں، حضرت نے پھر ذرا تیز آواز سے دریافت کیا، ارے کیوں آئے ہو؟ پھر میں نے وہی جواب دیا کہ مہمانوں کے ساتھ آیا ہوں، حضرت کے سوال میں بھی گرانی سی محسوس ہوئی اور میں نے بھی گراں بار ہوکر جواب دیا، تیسری مرتبہ پھر حضرت نے مزید تاکید اور زور لگا کر معلوم کیا، ارے کیوں آئے ہو؟ پھر میں نے اپنی ناقص فہم کے مطابق وضاحت کی کہ میں پہلی مزرعہ سے ان مہمانوں کے ساتھ آیا ہوں، پھر حضرت خاموش ہوگئے، یہ ہے حضرت مولانا سے پہلی ملاقات کا منظر، اس وقت مجھے بھی اچھا نہیں لگا تھا چونکہ میں حضرت کی شخصیت ان کی عظمت ووقار سے ناواقف تھا، بعد میں پھر حضرت کا منشاء سمجھ میں آیا، اس کے بعد مدرسہ کے مہتمم صاحب کے ساتھ کئی مرتبہ جلال آباد حضرت کی خدمت بابرکت میں جانا ہوا؛ کیونکہ مہتمم صاحب عام طور سے جمعہ کے روز جلال آباد جاتے تھے تو کئی مرتبہ وہاں کے سفر میں راقم کو بھی جانے کا موقع ملا اور پھر حضرت کی شخصیت کا علم ہوتا گیا، انکی عزت ومقام کی قدر معلوم ہوتی گئی، ایک مرتبہ غالباً شوال ۱۴۱۲ھ میں بعض دوستوں کے ساتھ گھر سے بھی حضرت کی خدمت میں جانا ہوا، پھر حضرت نے اپنے معروف سوالات کئے، جس پر ہم نے ملاقات اور دعاء کی درخواست کی غرض بتلائی، تو اس پر مشفقانہ ڈانٹ کی، کہ دعا کے لیے ایک کارڈ لکھدیتے، والدین کی کمائی کرائے میں خرچ کرتے ہو، گاڑیوں میں بھیڑ ہوتی ہے، سیٹ ملے یا نہ ملے، پیسے بیکار خرچ کرتے ہو وغیرہ وغیرہ، اس کے بعد شاید بقرعید کی چھٹی میں بعض اساتذہ کی رفاقت میں بھی تھانہ بھون اور جلال آباد جانا ہوا، مگر اس وقت حضرت زیادہ بیمار تھے، صرف دور سے حضرت کی لیٹے ہوئے زیارت ہی ہو پائی تھی، مصافحہ اور ملاقات نہیں، اس زیارت سے بھی سفر کا بوجھ ہلکا ہوگیا تھا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

بہرحال حضرت سے خط وکتابت کا کم ہی موقع ملا ہے، غالباً ۱۴۱۲ھ کی بات ہے جب راقم قرآن شریف حفظ کر چکا تھا، میزان، منشعب بھی پڑھ لی تھی، احقر پہلی مزرعہ جامعہ بیت العلوم میں تھا، میری آئندہ تعلیم کے بظاہر اسباب منقطع ہورہے تھے، یا ہوگئے تھے، میری دلی خواہش تھی کہ باقاعدہ مکمل عالم بنوں، بعض اہل مدرسہ کی خواہش تھی کہ دینی تعلیم موقوف کردوں اور کسی دنیاوی مصروفیت میں مشغول ہو جاؤں، والدصاحب اہل مدرسہ کی رائے کو ترجیح دے رہے تھے، میری دلی خواہش واندرونی جذبے کو خدائے رب العالمین کے علاوہ کوئی جاننے والا نہیں تھا، جتنی کچھ لیاقت وسمجھ اس وقت تھی، اس کی روشنی میں راقم نے اللہ کے اس برگزیدہ، مقبول ومحبوب بندے، مستجاب الدعوات مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی کو سوز دروں کے ساتھ اپنی دلی کیفیات اور دلی خواہش کا ایک خط میں اظہار کیا اور دعاؤں کی درخواست کی، جس پر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے مندرجہ ذیل مکتوب گرامی آیا، جس پر ڈاکخانہ کی مہر ۱۹۹۲/۲/۲۵ء کی ہے۔

۱- محمد مسیح اللہ

مکرم زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں کافی عرصہ سے بیمار رہا، ڈاک رک گئی، میرے پاس کوئی صاحب ایسے نہیں کہ وہ سناتے اور بندہ جواب لکھواتا، اب ضعف ہے روزانہ کی ڈاک روانہ ہوجاتی ہے، بتوفیقہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ آپ کو باشاد رکھیں، آسانیاں عطا فرمائیں، الجھاؤ سے، شر وفتنہ سے محفوظ رکھیں، امن وعافیت سے رکھیں۔

ہر قسم کی ظاہری وباطنی خیر وبرکات سے اور استقامت سے نوازیں، مقاصد میں بخیر وعافیت کامیاب بنائیں۔

اپنے پر عجب وتکبر کی نگاہ نہیں اور دوسروں پر حقارت کی نگاہ نہیں۔

بتدبیر حسن سعی اور دعا خوب

نفس کا احتساب، اختلاط سے احتیاط:

اس خط کے آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام مشکلات آسان فرمادیں، مادی اور ظاہری دنیا میں والدین ہی بچے کی تعمیر وترقی کے ضامن ہوتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے والدصاحب کے ذہن کو بھی بدل دیا اور جو ظاہری رکاوٹیں میری تعلیم کے لیے مانع تھیں، وہ بھی دور ہوگئیں اور میں الحمدللہ پہلی مزرعہ سے گھر آگیا اور آئندہ سال مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور میں عربی سال دوم میزان میں داخلہ لے لیا اور بس پھر اللہ کی مدد ہوتی چلی گئی، راستے کھلتے گئے اور بندہ نے بزرگوں کی دعاؤں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تعلیم مکمل کرلی اور پھر اس کی توفیق سے دینی خدمات کا سلسلہ شروع کردیا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ذریعہ نجات بنائے۔

مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور میں آنے کے بعد حضرت کو خط لکھا جس میں رائے پور میں داخلے کی اور اپنے تعلیمی تسلسل کی اطلاع دی اور دعا کی درخواست کی، مگر شاید حضرت بیماری کی وجہ سے جواب نہ دے سکے، پھر بقرعید کے بعد حضرت کو خط لکھا اور اپنی تعلیم کے متعلق تحریر کیا جس کا جواب حضرت کے وصال کے بعد آپ کے خدام نے یہ لکھا:

۲- حضرت والا کا وصال شب جمعہ سوا بارہ بجے مورخہ ۱۷/جمادی الاولی ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۳/نومبر ۱۹۹۲ء کو ہوا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت والا کی آخری نصیحت حسن کلام وحسن خلق یعنی حلم ہے۔

فقط والسلام

ہوش سنبھالنے کے بعد بزرگوں میں سے کسی کے انتقال کی خبر اس سے پہلے نہیں سنی تھی، جمعہ کے روز جامع مسجد رائے پور نماز جمعہ میں اعلان ہوا کہ حضرت مولانا کا انتقال ہوگیا ہے، وقت تھوڑا تھا، اس لیے جلال آباد جانے سے قاصر رہا، مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا، انتہائی افسوس وغم ہوا، کئی روز تک برابر حضرت کا تصور ذہن میں آتا رہا، مگر آدمی کو رب العالمین کے فیصلہ کے سامنے کوئی چارہ کار نہیں، اس لیے صبر کے علاوہ کرتا بھی کیا، پھر ایک موقع پر حضرت کے مزار پر حاضری ہوئی،

درجات کی بلندی کی دعا وایصال ثواب کیا،حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خانصاحب جلال آبادی حضرت تھانویؒ کے خلفاء اور دارالعلوم دیوبند کے ممتاز ترین فضلاء میں سے تھے،اسم بامسمّٰی، مجسمہ رحمت وشفقت، منبع جود وسخا، سراپا رشد وہدایت،نمونہ اکابر اور صاحب نسبت وبرکت بزرگ اور مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد کے بانی ومبانی اور شیخ الحدیث تھے، ولادت ۱۳۳۰ھ میں ہوئی، آپ کے تلامذہ ومریدین کی ایک کثیر تعداد ملک وبیرون ملک میں دین کی اشاعت وتبلیغ میں مشغول ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔(آمین)

اللہ تعالیٰ اپنے پاک لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے مقبول ومحبوب بندوں میں سے بنائے اور اپنی رضا کے لیے خاص فرمائے۔

ضرورت دل ودماغ کے انقلاب کی

مذہب اور دین کی حمایت کا نام لے کر عوام کو جوش اور اس سے اپنا کام نکالنا غلط رہنمائی ہے، جس سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچے گا، ضرورت اس کی ہے کہ مسلمانوں کو ضبط، صبر، ڈسپلن، تنظیم، استقامت، تحمل، برداشت، ایثار، باہمی ہمدردی، عملی وحدت اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی جائے جو سیاست کی جنگ کے سب سے کارگر ہتھیار ہیں، صرف زبانی جوش وخروش، گرما گرم محفلی اور اخباری بحث اور براہ راست دست وگریباں ہونا قوم کی طاقت نہیں۔

ضرورت دل ودماغ کے انقلاب کی ہے جو صحیح دعوت فکر ہی سے ہوسکتی ہے، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی سے ظاہر ہے، اس لیے شوروغل اور ہنگامہ اور دعوت جنگ ونبرد کی راہ غلط ہے، ہمارے علماء جدید ذرائع ابلاغ ووسائل کا رسے ناواقف ہیں، جوش سے کام لیتے ہیں ہوش سے نہیں، جہاد بالسیف سے زیادہ ضروری کام ان حالات میں جہاد بالقلم ہے، ان حضرات میں سراسر جوش ہی جوش ہے جو اس زمانے میں چنداں مفید نہیں، دلوں کا انقلاب غیظ وغضب، جوش وخروش اور جذبۂ انتقام اور استعجال سے نہیں پیدا ہوتا، از ماست کہ بر ماست، مسلمانوں پر جو کچھ وبال ہے، وہ ان کے اعمال کی سزا ہے، کاش اب بھی قلوب میں انابت ہو، اور مسلمان سمجھیں کہ ان کا مقصد اول اقامت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ ہے، خواہ وہ تخت سلطنت پر ہو یا بوریائے فقیر پر ان کو شیطان سے اس لیے مخاصمت نہیں کہ یہ شیطان کا تخت زمین پر کیوں بچھا ہے؛ بلکہ اس لیے یہ مخاصمت ہے اس وقت شیطانیت پر شیطان کیوں بیٹھا ہے، وہ کیوں نہیں بیٹھے ہیں۔(علامہ سید سلیمان ندوی ماخوذ: سلوک سلیمانی)

چمن چمن کے پھول

☆ اگر تم کو کسی سے عداوت ہو جائے اور وہ شخص اللہ کا مطیع وفرمانبردار ہے، تو اس کے ساتھ دشمنی کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس کو سپرد نہ فرمائیں گے اور اگر نافرمان ہے تو خود اس کی نافرمانی ہی اس کے لیے کافی ہے تو پھر اس سے عداوت کر کے اپنے کو تعب میں نہ ڈالو۔(حضرت حسن بصریؒ)

☆ اب زمانہ قرآن مجید کے مطالعہ کا ہے، مسلمانوں قرآن مجید کا مطالعہ کیا تو خود ہی سمجھ لیں گے، کہ ان کی اصلاح کی کیا صورت ہے اور ان کو اپنی زندگی میں کس نہج پر قدم اٹھانا چاہئے، قوموں میں تبدیلیاں دفعۃً نہیں بلکہ چپ چاپ اور بتدریج ہوا کرتی ہیں، یہ ایک عمل ہے جو آپ ہی آپ شروع ہوتا ہے اور آپ ہی آپ جاری رہتا ہے۔(علامہ اقبالؒ)

☆ خدا کا قانون آج بھی وہی ہے وہ بدلا نہیں ہے، ہمارے وقار وآبرو کی ضمانت اس قانون نے ہمیں دی ہے، مگر مشکل یہ ہے کہ ہم خود بدل گئے، آج ہم اپنے اس انحراف کو ترک کر دیں تو پھر خدا کی رحمت کے مستحق ہوسکتے ہیں، جتنا اس قانون سے دور رہیں گے، اتنا ہی فساد وہلاکت کی طرف جائیں گے، یہ علاج صرف ذہنی نہیں بلکہ عملی بھی ہے اور قرون اولیٰ میں اس کا تجربہ ہو چکا ہے، بدقسمتی سے ہم اس قانون کو نہ تو اپنے اوپر نافذ کرتے ہیں اور نہ دنیا پر۔(حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ)

☆ غیر منصوص امور میں اختلاف عقل کا تقاضہ ہے اور اگر اختلاف ہو تو اسے اختلاف ہی رہنے دینا چاہئے، عناد نہیں بنانا چاہئے۔(قاضی مجاہدالاسلامی قاسمی)

☆ اگر دنیا نے تیسری عالمی جنگ کی تباہی کا سامنا کیا، تو میں پورے وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس تباہی کے پیچھے یہودیوں کا ہاتھ ہوگا، آج مجھے دنیا یہودیوں کا قاتل سمجھتی ہے، کل یہی دنیا مجھے خراج تحسین پیش کرے گی کہ میں نے امن عالم کے لیے سب سے بڑے دشمن کو سمجھنے میں غلطی نہیں کی تھی۔(ہٹلر)

☆ اہل علم کو چاہئے خصوصاً اہل مدارس کو کہ یہ زکوۃ کا روپیہ جو مدرسہ میں دیا جاتا ہے، اس کو فوراً تملیک کر کے مدرسہ میں داخل کرنا چاہئے، ورنہ بصورت عدم تملیک اگر مزکی (زکوۃ دینے والا) مر گیا، تو اس مال زکوۃ میں میت کے ورثاء کا حق متعلق ہو جائے گا، نیز حولان حول (ایک سال گزرنے) کے بعد اس پر زکوۃ بھی واجب ہوگی اگر وہ بقدر نصاب ہے۔(حضرت تھانویؒ)

لمحۂ فکریہ

امن وسکون کس طرح حاصل ہوگا

مولانا اسرار الحق قاسمی صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن

عہد حاضر میں نوع انساں کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ امن وسکون کا ہے، کیونکہ وقت کے ساتھ دہشت گردی اور قتل وغارتگری بڑھتی جارہی ہے، نہ صرف عوام اس مسئلہ سے دوچار ہیں، بلکہ حکومتیں بھی دہشت گردی اور عدم تحفظ کے مسائل سے دوچار ہیں، بدامنی اور تشدد کے بڑھتے واقعات کے پیش نظر حکومتیں آئے دن اس کوشش میں لگی ہوئی ہیں کہ کسی نہ کسی طرح امن وامان قائم ہوجائے اور پرتشدد واقعات کا سدباب ہو جائے، یا اس میں کمی آجائے؛ لیکن جیسے جیسے وقت بڑھ رہا ہے اور کوششیں کی جارہی ہیں، تشدد پرمبنی واقعات میں حیرت انگیز اضافہ ہوتا جارہا ہے، جو ممالک جدید ٹکنالوجی کے میدان میں ترقی کے اعلی مدارج کو طے کرچکے ہیں، انہوں نے اپنی حفاظت کے لیے خطرناک قسم کے ہتھیار ودفاعی ساز وسامان تیار کرر کھے ہے، لیکن دوسرے ممالک ان کی طاقت سے خائف ہوکر انہیں کی طرح خطرناک ہتھیار بنانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں، دوسری جنگ عظیم میں امریکہ نے جاپان پر ایٹمی حملے کیے، تو ساری دنیا میں کہرام مچ گیا اور سب ایٹمی طاقت سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، ساتھ ہی انہوں نے یہ خدشہ بھی محسوس کیا کہ یا تو امریکہ کی ہر جائز وناجائز بات پر لبیک کہا جائے، تاکہ امریکہ کبھی ان پر حملہ آور نہ ہو، یا اگر امریکہ کی ناجائز بات کے خلاف لب کشائی کی جرأت کی جائے تو پھر امریکہ کی طرح ایٹمی طاقت حاصل کرنا ان کے لیے ناگزیر ہے، اس احساس نے ترقی پذیر ممالک میں ایٹم بموں کی دوڑ شروع کردی، نتیجہ یہ نکلا کہ آج آٹھ ممالک ایٹمی طاقت سے لیس ہیں اور کتنے ہی ممالک ایٹمی طاقت حاصل کرنے کے لیے خفیہ یا اعلانیہ سرگرم عمل ہیں۔

یہ المیہ ہے کہ ہتھیاروں کی بڑھتی طاقت کے سبب ہر ملک اپنے دفاع پر لاکھوں کروڑوں ڈالر سالانہ خرچ کررہا ہے، مجموعی اعتبار سے دنیا بھر میں اربوں ڈالر دفاع پر خرچ کیے جارہے ہیں، حالانکہ اگر اس کی آدھی رقم بھی غریبوں پر خرچ کی جاتی تو کتنے لوگ مفلوک الحالی وپسماندگی سے نجات پاجاتے، کتنے اسپتال قائم ہوجاتے، جہاں امیر وغریب سب کے لیے علاج آسان ہوجاتا، اس کے علاوہ دنیا بھر میں ہتھیاروں کی زیادتی کا ایک سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ دنیا میں جنگوں کے خطرات بڑھتے جارہے ہیں اور جنگیں ایسی شکل اختیار کرتی جارہی ہیں، جن میں زیادہ تر عوام کو جانی ومالی نقصان سے دوچار ہونا پڑسکتا ہے، چنانچہ گزشتہ صدی اور موجودہ صدی میں جو جنگیں پیش آئیں، ان میں عوام الناس کو بڑے نقصان سے دوچار ہونا پڑا، پہلی جنگ عظیم میں لاکھوں انسان جاں بحق ہوئے اور دوسری جنگ عظیم میں کروڑوں بے قصور انسان متأثر ہوئے، گذشتہ چند سال قبل عراق میں ہونے والی جنگ میں بے شمار لوگوں کی اموات کا اندازہ لگایا گیا، اسی طرح افغانستان میں بھی ہزاروں بے قصور اور جنگ وجدال سے بے نیاز کتنے ہی لوگ مارے گئے۔

قومی وبین الاقوامی سطح پر خطرات کے منڈلاتے بادلوں کے علاوہ سماجی، خاندانی اور انفرادی سطح پر بھی لوگ بے چینی وبے قراری سے دوچار ہیں، جن لوگوں کو دوسروں سے لڑائی یا اختلاف کا خطرہ نہیں ہے، وہ خود خاندانی وسماجی سطح پر ان گنت مسائل کے باعث سکون سے محروم ہیں، کسی کے سامنے روزی روٹی کا مسئلہ ہے، کوئی مکان بنانے کے لیے بے چین ہے، کوئی اپنے بچوں کی شادی ونکاح کو لے کر تناؤ کی زندگی

گزار رہا ہے، گویا زیادہ تر لوگ مختلف حالات کے سبب بے چینی و بے قراری کی زندگی گزار رہے ہیں، ایسے حالات میں ضروری ہے کہ ایسے طریقوں کو اختیار کیا جائے جو انسان کی اپنی انفرادی زندگی کے لیے بھی بہتر ہوں اور اجتماعی زندگی کے لیے بھی۔

جہاں تک پرسکون زندگی گزارنے کی بات ہے تو یہ اہل ایمان کے لیے ذرا بھی مشکل نہیں ہے، مومنین بہت آسانی کے ساتھ پرسکون زندگی گزار سکتے ہیں، اس لیے کہ وہ اسلام کے ماننے والے ہیں جو ہر قدم پر ان کی رہنمائی کرتا ہے، ان کے لیے زندگی گزارنے کے جامع و بہترین اصول بیان کرتا ہے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی امن وسکون کا درس دیتی ہے، اگر مسلمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مطابق اپنی زندگی گزاریں تو کوئی وجہ نہیں کہ انہیں سکون حاصل نہ ہو اور وہ دنیا کے بہت سے مسائل سے نجات نہ پا جائیں۔

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں بعثت ہوئی، تو اس وقت نہ صرف عرب کے حالات دگرگوں تھے؛ بلکہ پوری دنیا میں بدامنی پھیلی ہوئی تھی، لوگ ذرا ذرا سی بات پر باہم دست وگریباں ہو جایا کرتے تھے اور تلوار سونت کر میدان میں آجاتے تھے، اخلاقی اعتبار سے بھی ان کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی اور علم کی روشنی سے تو وہ محروم ہی تھے، یہی وجہ تھی کہ پوری انسانیت طاقت وروں کی طاقت سے اور دولت مندوں کی دولت سے عاجز و پریشان تھی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حکمت، شاندار تربیت، اعلی تعلیمات اور کردار کی بنیاد پر نہ صرف خطہ عرب میں امن وسکون کی ہوائیں چلادیں؛ بلکہ اس سے پوری دنیا میں امن کے لیے فضا ہموار ہوگئی۔

قبائل اور لوگوں کے مابین برسوں سے جاری جنگوں کو آپ نے اپنی بہترین حکمت عملی سے ختم کر دیا اور لوگوں کے دلوں میں سلگتی ہوئی چنگاریوں کو بجھا دیا، اوس وخزرج کے درمیان جاری جنگوں کو ختم کرنے میں آپ نے جس طرح مثبت کردار ادا کیا، مؤرخین لکھتے ہیں کہ اگر کوئی اس جنگ کو ختم کرانے کے لیے ساری دنیا کی دولت بھی لٹا دیتا تب بھی یہ جنگ ختم نہ ہو سکتی تھی، دراصل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا، چنانچہ جب آپ طائف کی سرزمین پر لوگوں کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے پہنچتے ہیں تو وہاں کے اوباش لوگوں نے آپ پر پتھر برسائے جن سے آپ کے نعلین خون میں لت پت ہو گئے تھے، منظر انتہائی دردناک تھا، بے وجہ لوگوں کے مظالم کو دیکھ کر کوئی بھی غصہ اور انتقام میں بھر سکتا تھا اور ان سے بدلہ لینے کے لیے تیار ہو سکتا تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا، جب آپ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تب بھی کفار مکہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے اور مٹھی بھر مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے فوج لے کر آگئے، غزوۂ بدر کے موقع پر مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگ ہوئی، اگرچہ ساز وسامان اور وسائل کے لحاظ سے کافروں کی پوزیشن مستحکم تھی، مگر اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو کامیابی سے ہمکنار کیا، قریب ستر کفار ہلاک ہوئے اور لگ بھگ اتنوں ہی کو گرفتار کر لیا گیا، اگر آپ چاہتے تو ان قیدیوں کے ساتھ خطرناک سلوک کرتے؛ لیکن آپ نے ان میں سے بعض کو فدیہ کے عوض اور بعض کو بغیر فدیہ کے رہا کر دیا، جب تک کفار مسلمانوں کے زیر حراست رہے، اس وقت تک ان کے ساتھ بہترین اخلاق کا مظاہرہ کیا گیا اور ان کی تمام ضرورتوں کا خیال رکھا گیا، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے ساتھ جو سلوک کیا، کیا انسانیت ومساوات کی علمبردار دنیا اس کی مثال پیش کر سکتی ہے، ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ افغانستان جنگ کے دوران جن قیدیوں کو گرفتار کیا گیا، ان کو امریکہ کی بدنام زمانہ جیل گوانتاناموبے بھیج دیا گیا، جہاں جنگی قیدیوں کے ساتھ سفاکیت کا وہ مظاہرہ سامنے آیا، جس کے تصور سے ہی کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں امن قائم کرنے کے لیے مختلف ممالک میں اپنے پیغامات بھیجے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے صحابہ نے قیام امن کے مشن کو جاری رکھا، چنانچہ وہ جہاں بھی گئے وہاں انہوں نے امن قائم کیا، اس لیے اسلامی دور میں جس قدر امن وامان نظر آتا ہے وہ کسی اور دور میں نہیں دکھائی دیتا، سماجی وانفرادی سطح پر بھی سکون حاصل کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

تجزیہ

امت مسلمہ کی مشکلات اور ان کا حل

محمد ارشد فیضی

ذرا دنیا میں اپنی آنکھیں کھول کر ذہن کے محدود دائرہ سے باہر نکلئے اور پوری سنجیدی وخلوص سے اپنے گردوپیش کا جائزہ لیجئے، تو پوری دنیا کی مسلم قوم مشکلات اور طرح طرح کے مسائل میں گھری ہوئی معلوم ہوگی اور آپ کو ایسا محسوس ہوگا کہ دنیا کے طول وعرض میں ان کے لیے نہ تو آرام وسکون کا کوئی نام ہے، نہ راحت واطمینان کی بو، ہر طرف ان کو انارکی وبدنظمی جیسے ماحول کا سامنا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب آپ تنہائی میں ان کے حالات کا محاسبہ کرنے کے لیے بیٹھیں گے تو آپ کو ہر کسی کے چہرے پر مایوسی وافسردگی کے آثار اور آنے والے دنوں میں پیدا ہونے والے حالات کا خوفناک عکس جھلکتا ہوا دکھائی دے گا اور آپ کو یہ کھلا ہوا منظر نظر آئے گا کہ اس وقت ہر کوئی ایک دوسرے کے طرز عمل سے نالاں اور دوسروں کی جانب سے محسوس کی جانے والی بےاطمینانیوں سے پریشان حال ہے۔

غرض یہ کہ آج امت اسلامیہ جس پرآشوب دور سے گزر رہی ہے اور ان کو جس قسم کے ناگفتہ بہ حالات سے سابقہ پڑ رہا ہے اس کی مثال تاریخ میں ناپید ہے، دنیا کے ہر خطے میں غیر قوموں کی طرف سے ان کو مختلف خطرات اور چیلنجوں کا سامنا ہے، اغیار اسلام اور مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے ہر طرح کے ہتھکنڈے اور وسائل استعمال کر رہے ہیں اور ان کی طاقت وقوت اور کوششوں کا زیادہ تر حصہ اپنے ان ہی منصوبوں کو عملی شکل دینے میں صرف ہو رہا ہے اور ان مقاصد کے حصول کی غرض سے دنیا کے ہر ملک میں ان کی جانب سے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

غور طلب بات یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کی یہ حالت کسی ایک ملک یا زمین کے کسی مخصوص حصے تک محدود نہیں؛ بلکہ بات کسی بھی ملک یا زمین کے کسی بھی حصے کی کیجئے، معمولی سے فرق کے ساتھ ہر جگہ آپ کو کچھ ایسا ہی منظر نظر آئے گا، چین سے لے کر افریقہ، بلکہ مشرق سے لے کر مغرب تک ہر جگہ کا مسلمان ان ہی آزمائشی دور سے گزر رہا ہے، مگر افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں کے کسی طبقہ کی طرف سے نہ تو اس قوم کو بحرانی کے اس ماحول سے نکالنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور نہ ہی ایسے راستے اور وسائل اختیار کیے جا رہے ہیں جو ان کے پرامن اور کامیاب مستقبل کی ضمانت بن سکے، یہی تو وجہ ہے کہ آج باطل اور صہیونی طاقتیں اپنی عسکری قوت کے زور پر ان کو جس رخ پر بھی لے جانا چاہتی ہیں لے جانے میں غیر معمولی حد تک کامیاب ہیں اور احوال وکوائف یہ بھی بتلا رہے ہیں کہ اگر مسلمانوں کے غیر ذمہ دارانہ طرز عمل کا یہی تناسب رہا تو پھر آنے والے عرصہ میں ان پر مغربی تسلط اتنا مضبوط ہو جائے گا کہ پھر اس سے خود کو بچانے کا تصور بھی دیوانے کے خواب کے مترادف معلوم ہوگا۔

کہنے کو تو آج دنیا ترقی کر رہی ہے اور سچ بھی یہی ہے چونکہ ان دنوں دنیا ترقی کے حوالے سے ایک نئی سمت کی طرف رواں دواں ہے، حالات نفسیات اور عام تصورات بدلتے جا رہے ہیں، لوگوں کے افکار وخیالات میں غیر معمولی تبدیلیاں آ چکی ہیں اور دنیا کی اس ترقی کی یہ رفتار اتنی تیز ہے کہ عام انسان حیرت میں ہے، اس لیے کہ آج بہت سی ایسی چیزیں بھی حقیقت بن کر دنیا کی نگاہوں کے سامنے آ گئی ہیں

اورآئے دن آ رہی ہیں، جو ماضی میں خواب وخیال اور جنون و پریشان دماغی کا نتیجہ معلوم ہوتی تھیں، مگر سوال یہ ہے کہ اس ترقی نے مسلمانوں کا کتنا ساتھ دیا ہے اور وہ ترقی کی اس رفتار کو اپنے حصہ کی چیز بنانے میں کس حدتک کامیاب ہوسکے ہیں اور اس ترقی کے دوش بدوش چل کر مسلمانوں نے دنیا میں اپنا اثر ورسوخ قائم کرنے کی کس حدتک کوشش کی ہے اور اس میں کتنا کامیاب ہیں۔

ہم یہ تونہیں کہہ سکتے کہ آج مسلمانوں نے دنیا کی اس ترقی سے اپنی آنکھیں بالکل بند کررکھی ہیں، مگر اتنا واضح کردینا یقیناً بیجانہ ہوگا کہ ان کو اس میدان میں جس طرح کی پیش رفت کرکے کامیابی کے منازل طے کرنے اور دنیا کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر بات کرنے کی ضرورت تھی، اس میں وہ ابھی تک کامیاب نہ ہوسکے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج جو قومیں خود کو اس میدان کا شہسوار سمجھ رہی ہے، وہ خود کو سیاست کے ہر ضابطہ اخلاق سے آزاد کرکے اپنی جابرانہ کارروائیوں کے ذریعہ مسلمانوں کو اپنا دست نگر بنادینے کے لیے پرتول رہی ہیں اور وہ ان کو اس طرح اپنے کنٹرول میں کرلینا چاہتی ہیں کہ پھرانہیں کسی بھی مرحلے میں حرکت کرنے کے لیے بھی ان کی اجازت درکار ہو، چنانچہ آج پوری دنیا میں مسلمانوں کے خلاف جو جنگ جاری ہے اور ان کے خلاف دنیا کے مختلف حصوں میں ظلم وبربریت کا جو مظاہرہ ہو رہا ہے، اس کے پیچھے دراصل یہی راز پوشیدہ ہے، جسے سمجھنا اور اس کے حل کے لیے اجتماعی حکمت عملی طے کرنا وقت کا اہم تقاضہ ہے۔

آج مسلمانوں کی تنزلی کے جو مجموعی حالات ہیں اور دوسری طرف ترقی کے نام پر دنیا جس رخ کو جارہی ہے، اس کو سامنے رکھ کر ہمیں بہت کچھ سوچنے اور اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے، چونکہ آج کوئی ایک شخص نہیں؛ بلکہ پورا مسلم طبقہ ہی خطرات کے سائے میں زندگی گزارنے پر مجبور ہے اور حیرت یہ ہے کہ کل تک جس قوم و جماعت کی پوری دنیا میں اپنی ایک شناخت اور انفرادیت تھی وہ آج اس طرح کسمپرسی میں مبتلا ہے کہ کوئی اس کے حال پر ترس کھانے والا بھی نظر نہیں آتا، ظاہر ہے کہ یہ اس قدر افسوناک پہلو ہے جس پر ہمیں پوری دیانت داری اور انصاف سے غور کرنا ہوگا اور اسی کے ساتھ ہمیں یہ بھی سوچنا ہوگا کہ مسلمانوں کی حالت میں یکا یک یہ تبدیلی کیوں کرآ گئی۔

حالانکہ آج بھی وہی مسلمان ہیں جو کل تھے، آج کا مسلمان بھی ان ہی اصولوں پر یقین رکھتا ہے جن کے توسط سے ماضی میں انہوں نے بڑے بڑے معرکے سر کیے تھے اور اپنی ایمانی قوت کے ذریعہ غیر قوموں میں اپنا ایسا رعب ودبدبہ قائم کیا تھا کہ ان کو مسلمانوں کے خلاف زبان تک کھولنے کی جرأت نہ ہوتی تھی، مگر آج پورا نقشہ ہی بدلا بدلا سا نظر آرہا ہے، آج وہ قومیں مسلمانوں کو اپنا دستک نگر بنانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں، جن کو ماضی میں مسلمانوں نے زمین کی دھول چاٹنے پر مجبور کردیا تھا اور سب سے زیادہ حیرت تو اس بات پر ہے کہ آج ان یہودیوں اور نصرانیوں کو بھی مسلمانوں کے خلاف قدم بڑھانے کی جرأت ہوچکی ہے، جو کل تک مسلمانوں کے تصور سے ہی تھراجایا کرتے تھے۔

ظاہر ہے کہ جب ہم اس چیز کو غور وفکر کا موضوع بنا کر اس پورے معاملے کی اصلیت کو جاننے کے لیے کسی جگہ پر بیٹھیں گے، تو یہی حقیقت کھل کر ہمارے سامنے آئے گی کہ دراصل آج ہم نے اپنی اس حیثیت کو فراموش کردیا ہے، جس نے ہمیں دنیا میں فتح وکامرانی سے ہمکنار کرایا تھا اور دنیا میں ہم اپنی انفرادی شناخت بنانے میں کامیاب ہوئے تھے، سچ یہ ہے کہ ہم اپنے تئیں جس ایمان کے دعوے دار ہیں اور جس کے سہارے اللہ کی نصرت ومدد کا مطالبہ کررہے ہیں وہ اللہ کو منظور نہیں ہے اور اللہ ہم سے جس ایمان ویقین اور اعتماد کا مطالبہ کررہا ہے، اس سے ہمارا دامن خالی ہے، ہم مذہب اسلام کی حقانیت پر صرف یقین ہی نہیں رکھتے اسے ماننے کا دعوی بھی کرتے ہیں، مگر اس کے تقاضے پورے نہیں کرتے اور نہ ہی ان طریقوں کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں جس کے اندر فتح وکامرانی کا راز مضمر ہے، حالانکہ مذہب نام ہی ایک ایسے آئیڈیل کا ہے جس کے ماتحت زندگی کا ایک ایک قدم اٹھایا

جائے، لیکن ہمارا عمل اس کے برعکس ہے اور ہمارے عمل کا کوئی بھی حصہ اس قابل نہیں جو اللہ کی رحمت کو ہم سے قریب کردے، ظاہر ہے کہ جب معاملہ یہ ہے تو پھر ہمارے حالات میں فرق کیسے آسکتا ہے؟

آج ہماری ان ہی بے راہ رویوں کا تو نتیجہ ہے کہ اس نے مغربی طاقتوں کو ہمارے معاشرے میں ہر طرح سے اپنے تجربات کے آزمانے اور مسلمانوں کو مغربی رنگ میں رنگنے کا موقع فراہم کردیا ہے اور ان کو ایسا ہتھیار دے دیا ہے جو مسلمانوں کے قلب وجگر پر نقب زنی کرسکے، چنانچہ آج تخریبی طاقتیں جس طرح ہمارے معاشرے میں اخلاقی انارکی پھیلا رہی ہیں اور ان طاقتوں نے مسلم معاشرہ کو جس رخ پر ڈال دینے کا عزم کر رکھا ہے، وہ حد درجہ افسوناک ہی نہیں؛ بلکہ مسلمانوں کے لیے یہ مرحلۂ فکر بھی ہے، حالات کے اس تناظر میں مسلمانوں کو یہ کرنا چاہئے تھا کہ وہ اپنے اندر تبدیلی لاکر مغربی طاقتوں کو ان کے ناجائز اقدام سے باز رکھنے کے لیے کوشش کرتے، مگر کیا کیجئے قدم قدم پر دھوکے کھانے کے باوجود کسی بھی سمت سے اس طرح کی کوئی آواز سنائی نہیں دیتی اور اگر اس قسم کی کوئی مدھم سی آواز کبھی کان کے پردے سے ٹکراتی بھی ہے، تو پھر اس پر عمل کی نوبت آنے سے پہلے ہی وہ آواز خاموشی کے خول میں بند ہو جاتی ہے۔

تاریخ کے صفحات بتلاتے ہیں کہ یوں تو اس دنیا میں بہت سی قوموں نے جنم لیا اور ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں اپنا اثر ورسوخ قائم کرکے تاریخ کے سنہرے باب میں جگہ بنانے کی کوشش کی، مگر تاریخ نے ان ہی قوموں کو اپنے دامن میں جگہ دیا، جنھوں نے حالات کا سنجیدگی سے جائزہ لینے کے بعد ایک متعین نصب العین کے تحت اپنے مشن کو حاصل کرنے کی کوشش کی، ان کے برخلاف جن قوموں نے کامیابی کی منزل کو حاصل کرنے کے لیے جستجو کرنے کے بجائے خود کو تاریخ کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا اور نرم وگرم حالات کا مقابلہ کرنے کے بجائے خاموش تماشائی بنی رہی، انہیں تاریخ نے اس بے دردی سے فراموش کردیا کہ آج ان کے نام تک کو جاننے کے لیے تاریخ کے بے شمار اوراق پلٹنے پڑتے ہیں۔

اللہ کا شکر ہے کہ مسلم قوم نے خود کو کبھی بھی تاریخ کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑا اور نہ ہی اس نے کسی بڑی کامیابی کو حاصل کرنے میں پس وپیش سے کام لیا، بلکہ اس نے ہمیشہ اپنے نصب العین کو سامنے رکھا اور اسی کے مطابق خود کو آگے بڑھانے کی کوشش کی، اگرچہ یہ بھی سچ ہے کہ بہت سے مرحلوں میں اس قوم کو ناکامی کا منھ بھی دیکھنا پڑا، اس نے بہت سی ٹھوکریں بھی کھائیں، مگر کسی بھی مرحلے میں اس نے ہمت ہار دیا ہو یا یہ قوم تھک کر بیٹھ گئی ہو، ایسا کوئی واقعہ اس کی پوری تاریخ میں نظر نہیں آتا، چونکہ تاریخ کے اوراق بتلاتے ہیں کہ اس قوم کو جب بھی کسی موقع پر ٹھوکر لگی تو اس نے اسے راستے کی ایک معمولی سی ٹھوکر سمجھ کر ہمیشہ اپنے قدم کو آگے بڑھانے کی کوشش کی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گرتے اور اٹھتے ہوئے اپنی منزل تک پہنچ گئی، ویسے بھی اگر اسلام اور مسلمانوں کی پوری تاریخ پر آپ نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی پوری تاریخ ہی گرنے اور اٹھنے کی تاریخ رہی ہے اور ان مرحلوں سے گزر کر ہی اس قوم نے کامیابی کا قدم چوما ہے۔

اس تاریخی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے موجودہ دور میں مسلمانوں کا کردار بھی یہی ہونا چاہئے تھا کہ وہ اپنی ایمانی قوت اور ایمانی جذبے وحوصلے کے ساتھ خود کو دنیا میں مؤثر ثابت کرنے اور باطل طاقتوں کو اپنے قدموں کی دھول چھاٹنے کے لیے مجبور کرتے، مگر اسے بدقسمتی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ جہاں حالات کی تبدیلی نے دوسری قوموں کے نظریات میں تبدیلی پیدا کی اور انہوں نے اس سے متأثر ہوکر اپنی اصلی شناخت کو فراموش کردیا، وہیں اس کی زد میں مسلمان قوم بھی آگئی اور انہوں نے بدلتے حالات کی رو میں بہ کر خود کو اس قدر بدل دیا کہ آج ان کے حالات پر افسوس کو جی چاہتا ہے اور پھر غور کرنے کی بات یہ بھی ہے کہ تبدیلی کا یہ عمل کسی ایک طبقہ کی طرف یا کسی ایک جماعت کے غلط روش کو اختیار کرلینے کے سبب سامنے نہیں آیا بلکہ یہ صورت حال اس وقت سامنے آئی جب پوری قوم نے ہی خود کو بدلنے اور بدلتے حالات کی روش پر چلنے کا عزم مصمم کرلیا، ظاہر ہے کہ

یہ اجتماعی عمل اتنا معمولی نہیں تھا کہ اسے نظر انداز کر دیا جاتا یا خدا کی نظر میں یہ قوم مجرم قرار دے کر سزا کی حقدار نہ بنتی، چنانچہ یہی ہو کہ اللہ رب العزت نے اس قوم کو بلندی سے پستی کے اس عمیق گڑھے میں گرا دیا کہ آج وہ ہر جگہ دوسروں کا دست نگر بن کر زندگی گزارنے پر مجبور ہے اور آج نتیجہ یہ ہے کہ پوری دنیا کی باطل طاقتیں مال غنیمت کی طرح مسلمانوں پر حملہ آور ہیں اور ان کو اپنا تابع مہمل بنا کر اپنے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کرنا چاہتی ہیں۔

افسوس کا دل شکن پہلو یہ بھی ہے کہ اس وقت مسلمان صرف ان ہی ملکوں میں ان حالات سے دوچار نہیں ہیں، جہاں وہ دوسروں کے زیر نگیں ہیں؛ بلکہ ان ملکوں میں بھی مسلمانوں کو اطمینان وسکون نصیب نہیں اور وہاں بھی وہ حالات کے خوف سے سہمے ہوئے نظر آتے ہیں، جہاں مسند اقتدار پر مسلمان فائز ہیں، وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں کے حکمرانوں نے اپنے چلنے اور دوڑنے کے لیے جس راستے کا انتخاب کر رکھا ہے وہ کامیابی کی منزل سے کوسوں دور ہے، اس سے بڑھ کر حیرت کی بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنی غلط روش، غلط طرز فکر سے ان سارے چراغوں کو بھی بجھا دیا ہے، جو مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کو سلامتی کا راستہ دکھلا سکتے تھے، ظاہر ہے کہ ان کے اس طرح کے اقدامات اور اس طرح کے طرز عمل کو مسلمانوں کے شاندار مستقبل کی ضمانت قرار نہیں دیا جا سکتا، چونکہ بسا اوقات بہت سی سیاسی غلطیوں کی تلافی تو ممکن ہو جاتی ہے، ہاری ہوئی جنگیں بھی دوبارہ لڑی اور جیتی جا سکتی ہیں، شکستہ قلعے بھی دوبارہ تعمیر کر دیئے جاتے ہیں اور تاریک رات میں بھٹکتے ہوئے قافلے کو بھی صبح کی روشنی منزل کا پتہ بتا دیتی ہے، مگر جب کوئی غلطی اجتماعی شکل میں نمودار ہو اور یہ غلطی رہبران قوم کی طرف سے سامنے آئے، تو پھر اس کی تلافی کا امکان بہت کم رہ جاتا ہے، بدقسمتی سے آج امت مسلمہ ایسے اجتماعی جرم کا ارتکاب کر رہی ہے جس کے سبب انہوں نے اپنے اوپر رحمت کے سارے دروازے بند کر دیئے ہیں اور وہ دردر کی ٹھوکریں کھا رہی ہے، کیا امت مسلمہ کا یہ جرم کچھ کم درجہ کا ہے کہ اس نے نہ صرف اپنے دل سے اللہ کا خوف نکال رکھا ہے؛ بلکہ اس نے اپنے نصب العین کو ہی فراموش کر دیا ہے، چنانچہ یہی وجہ کہ آج ملت اسلامیہ کا کوئی بھی طبقہ اس پوزیشن میں نظر نہیں آتا جو عالم اسلام کے کسی مسئلے میں اپنا سیاسی وزن ڈال سکے، یا سیاسی طور پر دنیا کو اپنی عظمت کا احساس دلا سکے۔

اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ آج مسلمان اپنی ایمانی قوت کی مثال دنیا کے سامنے پیش کرے اور اپنے عمل سے یہ ثابت کرے کہ وہ کسی بھی طرح اپنے ایمان کا سودا نہیں کر سکتے تب جا کر دنیا میں کسی انقلاب کی امید کی جا سکتی ہے۔

اور اس مرحلے میں ان لوگوں کی ذمہ داریاں زیادہ بڑھ جاتی ہیں جو خود کو قوم کا رہبر سمجھتے ہیں یا جن کو قوم مسلم اعتماد کی نظر سے دیکھتی ہے، لیکن بدقسمتی سے آج کل یہی لوگ آپسی اختلافات کا شکار ہیں اور ان کے غور وفکر اور قیمتی وقت کا وہ بڑا حصہ جو قوم کی تعمیر وترقی میں خرچ ہونا چاہئے تھا محض ایک دوسرے سے ٹکراؤ اور ان سے ذاتی عناد کا بدلہ لینے میں صرف ہو رہا ہے، ظاہر ہے کہ جب تک یہ صورت حال قائم رہتی ہے ان سے کسی بھی خیر کی امید نہیں کی جا سکتی ہے، اس لیے ان لوگوں سے مخلصانہ درخواست ہے کہ خدا را ان آپسی اختلافات اور جماعت بندیوں کو بالائے طاق رکھ کر قوم وملت کی فکر کیجئے اور اس قوم کو حالیہ بحران سے نکالنے کی سعی کیجئے، یہ آپ کی ذمہ داری بھی ہے اور فرض بھی، آپ میں سے کون صحیح راستے پر ہے اور امت کی کامیابی کے لیے کون پرخلوص جدوجہد کر رہا ہے، اس کا فیصلہ پھر کبھی تنہائی میں بیٹھ کر کر لیجئے گا ابھی تو آپ اجتماعیت کے ساتھ قدم بڑھائیے، چونکہ اس وقت معاملہ پارٹیوں کا نہیں، معاملہ جماعتوں اور ذاتی مصالح کا نہیں، بلکہ معاملہ ملت اسلامیہ کی تقدیر کا ہے اس لیے ان کی تقدیر کی جو لکیر ہے اسے سامنے رکھئے اور پھر پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ آگے بڑھئے، ورنہ آپ کی ذرا سی غلطی، ذرا سی نفسانیت اور ذرا سی طبقہ داری عصبیت اور آپس کا اختلاف وانتشار مسلمانان عالم کے لیے دائمی نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔

دینی فریضہ

اس اہم رکن سے اتنی غفلت کیوں؟

حمیداللہ قاسمی کبیر نگری مرکز احیاء الفکر الاسلامی

آج ہمارے معاشرے میں نماز جیسی مہتم بالشان عبادت کو اس طرح ترک کیا جارہا ہے اوراس سے اس قدر غفلت وسستی برتی جارہی ہے، جو بیان سے باہر ہے، ان حالات کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ ہمارے دلوں سے اللہ اوراس کے رسول کی محبت بالکل نکل چکی ہے، جب کہ ارکان اسلام میں کلمۂ شہادت کے بعد سب سے زیادہ اہمیت نماز ہی کی ہے اور آخرت میں سب سے پہلے اس کے متعلق سوال ہونے والی روایت پر ہمارا یقین بھی ہے؛ لیکن ہم اپنے آپ کو دنیاوی جھمیلوں میں پھنسا کر نہ صرف نماز جیسی اہم عبادت سے غفلت برتنے لگے ہیں؛ بلکہ خدا کو ہی فراموش کر بیٹھے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے رشتہ کو توڑ کر اپنے اسلاف کی باتوں کو ہم نے اس طرح پس پشت ڈال دیا ہے کہ گویا ہمارا ان سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں، اگر ہمیں فکر ہے تو بس اپنی دوکان چمکانے اور اونچے اونچے محلات ومکانات تعمیر کرنے کی اور اگر ہماری کوئی تمنا اور خواہش ہے تو بس مال ودولت جمع کرنے کی، ان کے علاوہ ہمیں اور کسی چیز کی چنداں فکر نہیں۔

اس وقت دنیا میں تقریباً ۶/ارب کے قریب انسانوں کی آبادی ہے، جس میں سوا ارب مسلمان اور پونے پانچ ارب کافر ہیں، اس سوا ارب مسلمانوں کے بارے میں اہل علم کی تحقیق یہ ہے کہ ان میں فقط ۲۰/فیصد لوگ ہی نماز پڑھتے ہیں اور ۸۰/فیصد سے زائد لوگ بے نمازی ہیں، اگر اس اعداد وشمار کی سچائی پر یقین نہ بھی کیا جائے، تب بھی یہ حقیقت تو بہرحال مسلم ہوگی کہ آج مسلمان طبقہ نماز کے سلسلے میں جس غفلت کا شکار ہے اوراس کے تعلق سے جس قسم کی بے توجہی کا مظاہرہ ہورہا ہے، وہ حددرجہ افسوسناک ہے۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ نبی کے لائے ہوئے اس عظیم تحفہ کو ہم اپنے سینوں سے لگائے رکھتے اور آپ کی امانت کی پاسداری کرتے؛ لیکن ہم اس سے اس قدر بے خبر ہیں، کہ دن میں پانچ مرتبہ اذان کی آواز کانوں میں پڑتی ہے؛ لیکن ہمارے دل کے اندرونی حصے میں ایسی کوئی دستک سنائی نہیں دیتی، جسے ایمان کی قوت کی علامت قرار دیا جاسکے، حالانکہ حدیث کی وضاحت کے مطابق قیامت کے دن ہماری آقائے مدنی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ضرور ہوگی، آپ کا سامنا ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے اس امانت کے متعلق ضرور پوچھیں گے، پھر بھلا غور کریں کہ ایسی حالت میں ہمارے پاس کیا جواب ہوگا، چونکہ آج بازاروں کو تو ہم نے آباد کردیا ہے، سنیما گھروں کی ہم رونق بن رہے ہیں، جوئے اور شراب کے کلب ہم سے آباد ہورہے ہیں؛ لیکن ہماری مسجدیں ویران نظر آرہی ہیں اور ہمارے دل ودماغ سے نماز کی اہمیت بالکل ہی ختم ہوچکی ہے، یہی تو وجہ ہے کہ آج ہمیں ہرجگہ ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے؛ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "قرة عینی فی الصلوة" کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، روایتوں میں آتا ہے کہ جب کوئی مصیبت یا کوئی آندھی یا طوفان یا کسی قسم کی پریشانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاحق ہوتی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً مسجد کا رخ کرتے اور نماز میں مشغول ہوجاتے۔

چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی سخت امر پیش آتا تو آپ فوراً نماز کی طرف متوجہ ہوجاتے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر جب کسی قسم کی تنگی پیش آتی تو آپ فوراً

نماز پڑھنے کی تاکید فرماتے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ پہلے انبیاء کا یہی معمول تھا کہ وہ ہر پریشانی کے وقت نماز کی طرف متوجہ ہوجاتے تھے۔

ان تمام احادیث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مومن کی اصل جائے پناہ اور جائے امن نماز ہی ہے اور نماز مومن بندے کے لیے اس محبت کرنے والی ماں کی گود سے بھی زیادہ پرامن جگہ ہے، جو ایک یتیم ،ضعیف وعاجز، بے سہارا اور لاڈلے بچہ کے لیے ہر وقت کھلی رہتی ہے اور جب بھی بچہ کو کسی قسم کے خوف وڈر کا خطرہ محسوس ہوتا ہے، یا کوئی اس کو چھیڑتا اور پریشان کرتا ہے، یا اس کو بھوک اور پیاس ستاتی ہے، یا وہ کسی ڈراونی چیز سے سہم جاتا ہے، تو فوراً ماں سے چمٹ جاتا ہے اور اس کی گود میں بیٹھ کر یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ سب نقصان دینے والی چیزوں سے محفوظ ہوگیا، اسی طرح نماز بھی مومن کی سب سے بڑی پناہ گاہ اور جائے قرار ہے، یہ وہ مضبوط رسی ہے جو اس کے رب کے درمیان پھیلی ہوئی ہے، وہ جب چاہے اس رسی کو مضبوطی سے تھام کر اپنی حفاظت کی ضمانت حاصل کرسکتا ہے، یہ اس کی روح کی غذا، درد کا درماں، زخم کا مرہم، بیماریوں کی شفا اور اس کا سب سے بڑا ہتھیار اور سہارا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب مومن بندہ زمین پر سر رکھتا ہے تو اللہ تعالی کے قدموں پر سر رکھتا ہے اور جب اللہ اکبر کہتا ہے تو زمین وآسمان کا خلا نور سے بھر جاتا ہے، عرش کے پردے اٹھ جاتے ہیں، جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جنت کی حوریں جنت کے دروازے کو کھول کر نمازی کو دیکھتی ہیں اور جب رکوع سے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالی محبت کی نگاہ سے بندے کی طرف دیکھتے ہیں اور جب سجدے میں جاتا ہے، تو اس کے سارے گناہ دھل جاتے ہیں۔

جس طرح نماز پڑھنے کے بے شمار فوائد ہیں، اسی طرح اس کے ترک کرنے پر قرآن وحدیث میں بے شمار وعیدیں بھی بیان کی گئی ہیں:

ایک حدیث میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّداً فَقَدْ كَفَرَ‘‘ کہ جس شخص نے جان بوجھ کر نماز کو ترک کردیا اس نے گویا کافروں والا عمل کیا۔

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ’’مَنْ فَاتَتْهُ صَلاةٌ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلُهُ وَمَالُهُ‘‘ جس شخص سے ایک وقت کی نماز فوت ہوگئی، تو اس کا حال یہ ہے جیسا کہ اس کے اہل وعیال ہلاک ہوگئے ہوں اور اس کی دولت وثروت تباہ وبرباد ہوگئی ہو۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج حاصل ہوئی اور آپ کو جنت ودوزخ کی سیر کرائی گئی، تو اسی سیر وتفریح کے درمیان جبرئیل امین علیہ السلام آپ کو ایک ایسے مقام پر لے گئے جہاں یہ منظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کو ملا کہ ایک مقام پر، بہت سے مرد وعورت انتہائی تکلیف میں مبتلا ہیں، یعنی وہ چٹیل زمین پر چت لیٹے ہوئے ہیں اور ان کے سروں کو بڑے بڑے وزنی پتھروں سے کچلا جارہا ہے، جن کا سر پاش پاش ہوکر اسی وقت پھر سالم ہوجاتا ہے اور پھر بڑے پتھروں سے سر پاش پاش کیا جاتا ہے، ان لوگوں کی یہ بدترین حالت دیکھ کر آپ مغموم ہوئے اور دریافت فرمایا کہ اے جبرئیل آمین یہ کون لوگ ہیں؟ جو ایسے سخت عذاب میں مبتلا ہیں اور انہیں یہ سزا کیوں دی جارہی ہے؟ جبرئیل نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ! یہ آپ کی امت کے وہ مرد وعورتیں ہیں جو نماز کے وقت سوتے رہتے تھے اور ان کے سر نمازوں کے لیے تکیوں سے نہیں اٹھتے تھے، پس ان ہی بدنصیب لوگوں کی یہ سزا ہے۔

نیز جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ یہ آپ کی امت کے بے نمازی لوگ ہیں، جن کو قیامت تک اسی طرح عذاب ہوتا رہے گا، جس کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے ’’اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ‘‘ یعنی جو لوگ اللہ کے آگے سر نہیں جھکاتے عنقریب وہ دوزخ میں جلد ہی داخل کئے جائیں گے۔

اس لیے ضروری ہے کہ ہم نمازوں کی پابندی کریں اور اپنے خدا سے لو لگائیں؛ کیونکہ یہ دنیا چند روزہ ہے، یہاں سے سب کو ایک دن جانا ہے اور وہاں کی کامیابی کا سارا دارومدار نماز کی پابندی اور اس اہم عبادت کو سینے سے لگائے رکھنے میں ہی مضمر ہے۔ ❁❁❁

راہ فلاح

کامیابی کا معیار

مولانا محمد نظام الدین ندوی استاذ مرکز احیاء الفکر الاسلامی

عصر حاضر میں ہر ایک انسان نے اپنی اپنی کامیابی کا الگ الگ معیار قائم کر رکھا ہے اور ہر کوئی اسی معیار کے مطابق اپنے کو کامیاب کرنے کی تگ ودو میں مصروف ہے، آپ غور کریں کہ اگر کوئی وکیل ہے، تو وہ اپنی کامیابی اس کو تصور کرتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ مقدمات کی وکالت کرے، تاکہ اس کی کامیابی کا معیار بلند ہونے کے ساتھ اس کی شہرت کا چرچا دور دور تک پھیلے اور اس کی قدر ومنزلت میں اضافہ ہو، اگر کوئی ڈاکٹر ہے تو وہ اپنی کامیابی کا معیار اسے سمجھتا ہے کہ اس کے مطب میں زیادہ سے زیادہ مریض آئیں، تاکہ وہ مریضوں کی صحیح شناخت اور اس کا معقول علاج کر کے عوام میں اپنا اعتماد بحال کر سکے، اگر کوئی طالب علم ہے تو اس کی کامیابی یہ سمجھی جاتی ہے کہ وہ امتحان میں اعلی نمبرات کے بل پر علمی طبقے میں اپنی انفرادی شناخت بنا سکے، اگر کوئی اعلی ڈگری یافتہ ہے تو وہ اچھے عہدے پر فائز ہونے کو ہی اپنی زندگی کی اصل کامیابی سمجھتا ہے، استاذ کی کامیابی کا معیار یہ قائم کیا جاتا ہے کہ اس کے شاگرد تعلیمی میدان میں ایسا نمایاں کردار ادا کریں کہ لوگ ان کی کامیاب جدوجہد پر رشک کر سکیں اور تاجروں کے لیے معیار کامیابی یہ ہے کہ ان کی تجارت زیادہ سے زیادہ سود مند اور نفع بخش ہو۔

مختصر یہ کہ انسانوں نے زندگی کے مختلف میدانوں میں کسی نہ کسی حد تک فتح وکامرانی کے حصول کو ہی اپنی اصل کامیابی کا معیار تصور کر رکھا ہے اور اسی کے لیے وہ اپنی ساری توانائیاں صرف کر رہے ہیں اور اس کو نہ صرف انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد اصلی بنا رکھا ہے؛ بلکہ وہ اسی میں اپنی کامیابی کا راز بھی مضمر سمجھتے ہیں۔

لیکن غور کرنے کا مقام ہے کہ کیا درحقیقت یہی ہماری اصلی اور ابدی کامیابی ہے؟ اور کیا آج ہم جسے اپنی کامیابی تصور کر رہے ہیں اس کی بنیاد پر اس منزل تک پہنچ سکتے ہیں جس کی ہر مسلمان تمنا کرتا ہے؟ ظاہر ہے کہ کوئی معمولی درجہ کا مسلمان بھی اس سوال کا جواب مثبت الفاظ میں دینے کے لیے تیار نہ ہوگا، سچی بات یہ ہے کہ ایک مسلمان جس کی زندگی کا مقصد ایمان میں پختگی، قربت الٰہی کا حصول، نبی مرسل کی اتباع، بدعات وخرافات، جاہلی عادات ورسومات، شرک وکفر سے کلی انحراف واحتراز اور قرآن وحدیث کے مطابق زندگی بسر کرنا اور اخروی زندگی میں کامیابی کا حصول ہے، وہ آخر ان چیزوں سے کیونکر خوش ہو سکتا ہے اور وہ ان چیزوں کو اپنی حقیقی کامیابی کیوں کر تسلیم کر سکتا ہے، جن کی خدائے پاک کے نزدیک کوئی قدر ومنزلت نہیں ہے؛ بلکہ ایسے لوگ تو اپنے اعمال وکردار میں ایسی تبدیلی لانے کو اپنی کامیابی سمجھتے ہیں، جو ان کے لیے قربت الٰہی کا باعث بن سکے، کیونکہ شریعت کی نظر میں کسی بھی شخص کے اعمال وکردار اس وقت تک نہ تو قابل قدر قرار دیئے جا سکتے ہیں اور نہ ہی ان کو باعث اجر وثواب سمجھا جا سکتا ہے، جب تک ان کے یہ اعمال وکردار اخروی کامیابی کی غرض سے جڑے ہوئے نہ ہوں اور اس کے پیش نظر آخرت کی کامیابی نہ ہو، اس لیے جو شخص بھی اللہ کی رضا اور اس کا تقرب چاہتا ہے اور جسے بھی اللہ کی خوشنودی درکار ہے، اسے چاہئے کہ وہ اپنی کامیابی کے لیے قرآن وحدیث اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی پاک زندگی کا مطالعہ کرے اور پھر ان کے راستے پر چل کر اپنی دنیا وآخرت کی اصل کامیابی وکامرانی کا معیار متعین کرے، تاکہ قیامت کے دن انہیں کسی بھی طرح کی ذلت ورسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے؛ لیکن ظاہر ہے کہ ہم

جس آخرت کی کامیابی کے حوالے سے گفتگو کررہے ہیں وہ بغیر محنت اور جدوجہد کے حاصل نہیں ہوسکتی، اس لیے انسان کو ہمیشہ جدوجہد اور اپنے اعمال کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے، تاکہ اس کی کامیابی کا سفر جاری رہے اور اسے دنیوی زندگی یا اخروی زندگی کے کسی موڑ پر رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے، یہ حقیقت ہے کہ جب انسان کامیابی کے حصول کے لیے برابر جدوجہد کرتا رہتا ہے، تو پھر ایک دن کامیابی اس کے قدم ضرور چومتی ہے، مگر بعض مواقع ایسے بھی آتے ہیں کہ ظاہری طور پر انسان کی کوشش رائیگاں ہوتی نظر آتی ہے اور انہیں اپنے مقصد کے حصول میں فوری کامیابی نہیں مل پاتی، جس کی وجہ سے اس کا دل رنجیدہ اور کبیدہ خاطر ہوجاتا ہے، اس لیے ایسے موقع پر کامیابی کے حصول کے لیے کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ انسان کی ہر کوشش کامیاب ہوجائے، یہ کوئی ضروری نہیں؛ بلکہ بسا اوقات اسے اپنی تمام جدوجہد کے باوجود بھی کامیابی نہیں مل پاتی اور وہ باوجود اپنی تمام تر کوششوں کے کامیابی کی منزل کو پانے سے محروم رہتا ہے، لہٰذا اس سے چنداں فکرمند نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اپنے طور پر کوشش جاری رکھنی چاہئے، یہ ممکن ہے کہ اس چندروز کی فانی زندگی میں اسے اپنے مقصد میں کامیابی نہ مل سکے، اس کے نام کا چرچا گلی گلی، قریہ قریہ اور شہر شہر نہ ہو، ہوسکتا ہے کہ اس کی جدوجہد اسے پارلیمنٹ کے ایوانوں تک نہ لے جاسکے، یہ بھی ممکن ہے کہ کسی جماعت یا گروہ کی سربراہی اس کے حصے میں نہ آسکے اور اس کا بھی امکان ہے کہ وہ ہر طرح کی حکمت عملی اپنانے کے باوجود بھی کسی تنظیم کا روح رواں نہ بن سکے؛ لیکن ہاں اگر اس کی زندگی قرآن وحدیث کے بتائے ہوئے معیار پر اتر گئی اور اس نے قرآن وحدیث کے بتائے ہوئے صفات عالیہ کو اپنے اندر پیدا کرلیا، تو وہ دنیا وآخرت میں کامیابی سے ہمکنار ہونگے، اب چاہے اس کا شہرہ دور دور تک نہ ہوا ہو، مگر پھر بھی وہ خود کو کامیاب تصور کرے گا۔

اس کے علاوہ اگر اس نے خدا کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دیا اور خود کو "بلغوا عنی ولو آیۃ" کی تفسیر بنالیا، تو یہی اس کی کامیابی کی واضح دلیل ہے اگر وہ ممبر پارلیمنٹ یا اپنے وقت کا کوئی بڑا شخص نہیں بن سکا، تو اس میں کوئی حرج نہیں، اس کے لیے اسے غمگین نہیں ہونا چاہئے؛ لیکن اگر اس کے دل میں صرف یہ نیت اور اس کی زبان پر اس آیت "اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" کا ورد ہو تو یقیناً وہ زندگی کے ہر میدان میں کامیاب ہوگا۔

درحقیقت ایک مسلم کے لیے دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی کا معیار کچھ اس طرح متعین کرنا چاہئے، جو قرآن وحدیث اور سیرت وسوانح کے مطالعہ کا نچوڑ ہے، اس کے اندر ایمان وعقائد کی پختگی اور مضبوطی ہو، مکڑی کے جالے کے مانند نہ ہو، تاکہ کوئی بھی باطل طاقت اس کو متزلزل نہ کرسکے، توبہ، انابت وتضرع، خشیت الٰہی، تقویٰ وپرہیزگاری، ایثار وقربانی، عفوودرگزر، صبر واستقامت، ثبات قدمی وپامردی، نماز پنجگانہ اور جمعہ کا اہتمام، تزکیہ نفس اور روحانی وجسمانی پاکیزگی کا لحاظ، عمل صالح اور غرباء ومساکین کے ساتھ خیرخواہی، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے جدوجہد اور دعوتی زندگی میں مصائب پر صبر واستقامت، خدا اور رسول کے دشمنوں سے نفرت اور باہمی اختلاف میں خدا ورسول کو حکم بنانا، جیسی صفات عالیہ اپنے اندر پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ شراب نوشی، نشہ آور اشیاء کے استعمال اور سودخوری، رشوت خوری جیسی گندی چیزوں سے کلی اجتناب کرے، ان سب کے علاوہ بدنگاہی وبدنظری اور برے خیال سے اپنے دل ودماغ کو پاک رکھتے ہوئے اپنے اندر یہ یقین پیدا کرے کہ نماز ہی موجودہ اخلاقی وقانونی گراوٹ کا بہترین علاج ہے اور نماز کے ذریعہ ہی مسلمان تمام برائیوں سے بچ سکتا ہے اور انہیں مذکورہ بالا صفات کو سامنے رکھ کر اپنی کامیاب زندگی کا معیار متعین کرسکتا ہے اور یہی وہ شاہراہ ہے، جس پر چل کر وہ اصل بلکہ ابدی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔

//////ٹٹٹٹٹ/////

جنت کی سیر

حضرت مولانا محمد عمر مجاہد پوری

اسلام کے بنیادی اصول تین ہیں: توحید، رسالت اور معاد، ہر شخص کو اس دنیا کو چھوڑ کر آخرت کے گھر کی طرف جانا ہے، آخرت میں دو ہی گھر ہیں: جنت اور جہنم، اس مضمون میں جنت اور جنتیوں کے حالات کا بیان ہے۔

جنت کی عمارت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کس چیز سے بنی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک اینٹ سونے اور ایک اینٹ چاندی کی ہے اور جوڑنے کا مصالحہ تیز خوشبودار مشک ہے، اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت اور مٹی زعفران ہے، جو شخص جنت میں داخل ہوگا ہمیشہ نعمت میں رہے گا اور (کبھی کسی چیز کا) محتاج نہ ہوگا، ہمیشہ (زندہ) رہے گا اور موت نہ آئے گی، نہ جنتیوں کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے، نہ ان کی جوانی فنا ہوگی۔ (ترمذی شریف)

جنت کی وسعت:

سَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ (سورہ حدید پ ۲۷/رکوع ۱۹)

تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو (اور نیز) ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کی برابر ہے (یعنی اس سے کم کی نفی ہے زیادہ کی نفی نہیں) وہ ان لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

جنت کے دروازے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو بھی کوئی مسلمان وضو کرے اور اچھی طرح تمام اعضاء پر پانی پہنچائے اور وضو کے بعد پڑھے "اَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے، وہ جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ (مسلم شریف)

جنت میں داخل ہونے والی دو جماعتیں:

اللہ تعالی نے سورۂ واقعہ میں بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کی تین جماعتیں ہوں گی:

۱-اصحاب الیمین: داہنے ہاتھ والے

۲-مقربین: خدا کے خاص بندے یعنی انبیاء، اولیاء، صدیقین، شہداء اور متقی حضرات۔

۳-اصحاب الشمال: بائیں ہاتھ والے (یعنی وہ لوگ جن کے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے)۔

پہلے دونوں گروہ جنتی ہوں گے؛ لیکن ان کے درجات میں فرق ہوگا، مقربین خاص بڑے مراتب اور درجات کے مستحق ہوں گے اور تیسرا گروہ یعنی اصحاب الشمال دوزخیوں کا گروہ ہوگا۔

مقربین کی جزا:

وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ مُّتَّكِئِيْنَ

عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ لَايُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَايُنْزِفُوْنَ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ وَحُوْرٌ عِيْنٌ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ لَايَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَاتَاْثِيْمًا اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا (سورۃ واقعہ پ ۲۷/ رکوع ۱۴)

اور جو اعلیٰ درجہ کے ہیں، وہ تو اعلیٰ ہی درجہ کے ہیں اور وہ قرب رکھنے والے ہیں، یہ مقرب لوگ آرام کے باغوں میں ہوں گے، ان کا ایک بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے، وہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، ان کے آس پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، یہ چیزیں لے کر آمدورفت کیا کریں گے، آبخورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا ہوگا، نہ اس سے ان کو دردسر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا اور میوے جن کو وہ پسند کریں گے، پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہوگا اور ان کے لیے گوری گوری بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی (مراد حوریں ہیں) جیسے (حفاظت سے) پوشیدہ رکھا ہوا موتی، یہ ان کے اعمال کے صلہ میں ملے گا اور وہاں نہ بک بک سنیں گے اور نہ کوئی بیہودہ بات بس (ہر طرف سے) سلام ہی سلام کی آواز آئے گی۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اصحاب الیمین کی جزاء:

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ وَمَاءٍ مَّسْكُوْبٍ وَفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ لَامَقْطُوْعَةٍ وَّلَامَمْنُوْعَةٍ وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا لِاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۔(سورۃ واقعہ رکوع ۱۴)

اور داہنے والے، کیا کہنے داہنے والوں کے، رہتے ہیں بیری کے درختوں میں جن میں کانٹا نہیں اور کیلے تہ بر تہہ اور سایہ لمبا اور پانی بہتا ہوا اور میوہ بہت، نہ اس میں ٹوٹا اور نہ روکا ہوا اور بچھونے اونچے، ہم نے پیدا کیا ان عورتوں کو ایک اچھی پیدائش پر، پھر کیا ان کو کنواریاں پیار دلانے والیاں ہم عمر واسطے داہنے والوں کے (یعنی حوریں اور دنیا کی عورتیں جو جنت میں ملیں گی، وہاں ان کی پیدائش اور اٹھان خدا کی قدرت سے ایسا ہوگا کہ ہمیشہ خوبصورت جوان بنی رہیں گی، جن کی باتوں اور طرز و انداز پر بے ساختہ پیار آئے گا اور سب کو آپس میں ہم عمر رکھا جائے گا اور ان کے ازواج کے ساتھ بھی عمر کا تناسب برابر قائم رہے گا)۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

جنت میں اعزاز کے ساتھ داخلہ اورفرشتوں کا سلام:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ (سورۃ حجر ۱۴/ ع ۴) بے شک خدا سے ڈرنیوالے (یعنی اہل ایمان) باغوں اور چشموں میں (بستے) ہوں گے، تم ان میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ (سورۃ زمر پ ۲۴/ ع ۵)

یہاں تک کہ جب اس (جنت) کے پاس پہونچیں گے اور اس کے دروازے (پہلے سے) کھلے ہوئے ہوں گے، (تا کہ ذرا بھی دیر نہ لگے) اور محافظ (فرشتے) ان سے کہیں گے السلام علیکم، تم مزے میں رہے، سو اس (جنت) میں ہمیشہ رہنے کے لیے داخل ہو جاؤ۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اس آیت میں فرمایا ہے کہ جنت کے دروازے پہلے سے کھلے ہوئے ہوں گے، دروازے کون کھلوائے گا؟

تاجدار کونین ﷺ جنت کے دروازے کھلوائیں گے:

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن وہاں تمام پیغمبروں سے زیادہ میرے طریقہ پر چلنے والے موجود ہوں گے اور میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھلوانے کے لیے کھٹکھٹاؤں گا (مسلم شریف) نیز ارشاد فرمایا کہ میں قیامت کے روز جنت کے دروازہ پر آ کر کھولنے کو کہوں گا، داروغہ جنت سوال کرے گا کہ آپ کون ہیں؟

میں جواب دوں گا محمد ہوں، یہ سن کر وہ کہے گا مجھے یہی حکم ہوا ہے، کہ آپ کے لیے کھولوں (اور) آپ سے پہلے کسی کے لیے نہ کھولوں۔ (مسلم شریف)

اهل جنت کا قدوقامت:

بخاری شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کا قد ساٹھ ہاتھ کا تھا اور جنت میں جو بھی داخل ہوگا آدم علیہ السلام کی صورت پر ساٹھ ہاتھ کا ہوگا (تمام ہی جنتی ایک ہی قد کے ہوں گے، اس لیے کسی کا قد بھی اعتدال سے باہر نہ ہوگا اور سب ہی کو پسند آئے گا)

اهل جنت کی عمریں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں جانے والا جو شخص اس دنیا سے رخصت ہوگا، چھوٹا یا بڑا (داخلہ جنت کے وقت) سب تیئیس سال کے کردیئے جائیں گے، اس سے کبھی آگے نہ بڑھیں گے۔ (ترمذی شریف)

بعض روایات میں اہل جنت کی عمر ۳۳ رسال بھی وارد ہوئی ہے۔

اهل جنت کی تندرستی او رجوانی :

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک منادی پکار کر اعلان کرے گا، اے جنت والوں تمہارے لیے یہ بات طے شدہ ہے کہ ہمیشہ تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہ ہوگے اور یہ طے شدہ ہے کہ ہمیشہ زندہ رہو گے، کبھی موت نہ آئیگی اور ہمیشہ جوان رہو گے، کبھی بوڑھے نہ ہوگے اور ہمیشہ نعمتوں میں رہوں گے، کبھی محتاج نہ ہوگے۔

اهل جنت کا چهره اور آنکهیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت اجرد اورامرد ہوں گے، ان کی آنکھیں (ایسی حسین ہوں گی کہ بغیر سرمہ لگائے ہی) سرمگیں معلوم ہونگی نہ ان کی جوانی فنا ہوگی، نہ کپڑے بوسیدہ ہوں گے۔ (ترمذی شریف)

اہل جنت اجرد اورامرد ہونگے، یعنی ان کے جسم پر بال نہ ہوں گے اور سب مرد وعورت بے ڈاڑھی کے ہوں گے، جسم پر بال نہ ہونے کے دو مطلب ہوسکتے ہیں: ایک تو یہ کہ سر کے بالوں کے علاوہ کسی جگہ بھی بال نہ ہوں اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ جن جگہوں کے بالوں کو دور کرنا پڑتا ہے: مثلاً زیرناف اور بغلیں وہاں تو بالکل ہی بال نہ ہوں گے اور سینہ اور پنڈلیوں وغیرہ پر جو بال ہوں گے وہ بہت ہلکے ہونگے، خوب بھرے ہوئے نہ ہوں گے، جن سے کھال کی خوبصورتی دب جائے، بخاری شریف میں روایت ہے کہ کنگھیاں سونے کی ہوں گی، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے سر پر بال ہوں گے، چہرہ پر ڈاڑھی نہ ہونے کی تمنا جنت میں پوری ہوجائے گی۔

اهل جنت کی صورتیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح (چمکتی دمکتی) ہوں گی اور جو لوگ ان کے بعد داخل ہوں گے ان کی صورتیں بہت زیادہ روشن ستارہ کی طرح سے (منور) ہونگی۔ (بخاری شریف)

اهل جنت کی آپس میں محبت:

وَنَزَعْنَا مَافِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْواناً عَلٰی سُرُرٍ متقبلین (سورۂ حج پ ۱٤/ع٤)

اوران کے دل میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دور کردیں گے، کہ سب بھائی بھائی کی طرح (الفت ومحبت سے) رہیں گے، تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

یعنی دنیا میں اگر کسی وجہ سے آپس میں کینہ تھا، تو جنت میں داخلہ سے پہلے ہی نکال کر علیحدہ کردیا جائے گا، تا کہ جنت جیسی مقدس جگہ کینہ وبغض وحسد سے پاک وصاف رہے۔

اهل جنت کی دل لگی :

یَتَنَازَعُوْنَ فِیْهَا کَأْسًا لَّالَغْوٌفِیْهَا وَلَاتَاثِیْمٌ (سورة طور

پ ۲۷/ ع ۳)

جھپٹتے ہیں وہاں پیالہ، نہ بکنا ہے اس شراب میں اور نہ گناہ میں ڈالنا۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

یعنی شراب طہور کا دور جب چلے گا تو جنتی بطور خوش طبعی کے ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی کریں گے؛ لیکن اس شراب میں محض نشاط اور لذت ہوگی، نشہ بکواس اور فتور عقل وغیرہ کچھ نہ ہوگا، نہ کوئی گناہ کی بات ہوگی۔

جنت کی نہریں:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیُ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِیُهَا اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاءٍ غَیْرِ آسِنٍ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِیْنَ وَاَنْهٰرٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّی وَلَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ (سورة محمد پ ٢٦/ ع ٦)

احوال اس بہشت کا جس کا وعدہ ہوا ہے ڈرنیوالوں سے، اس میں نہریں ہیں پانی کی جو بو نہیں کرے گا (طول مکث یا کسی چیز کے اختلاط سے اس کی بو نہیں بدلی، شہد سے زیادہ شیریں اور دودھ سے زیادہ سفید کسی طرح کے تغیر کو اس کی طرف راہ نہیں) اور نہریں ہیں دودھ کی جس کا مزہ نہیں پھرا (یعنی دنیا کے دودھ پر قیاس نہ کرو اتنی مدت گذرنے پر بھی اس کے مزہ میں فرق نہیں آیا) اور نہریں شراب کی جس میں مزہ ہے پینے والوں کے واسطے (یعنی وہاں کی شراب میں خالص لذت اور مزہ ہی مزہ ہے، نہ نشہ، نہ شکستگی، نہ تلخی، نہ سرگرانی، نہ کوئی اور عیب ونقصان) اور نہریں ہیں شہد کی جھاگ اتارا ہوا (یعنی صاف شفاف شہد جس میں تکدر تو کہاں ہوتا جھاگ تک نہیں) اور ان کے لیے وہاں سب طرح کے میوے ہیں اور معافی ہے ان کے رب کی طرف سے۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اسقدر فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان ہے اور فردوس سب سے اعلی ہے، اسی سے جنت کی چاروں نہریں نکلی ہیں اور اس کے اوپر عرش الہی ہوگا، لہٰذا جب تم اللہ سے (جنت کا) سوال کرو تو جنت الفردوس مانگو۔ (ترمذی شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چار نہریں جنت الفردوس سے نکلی ہیں پھر ہر نہر سے بہت سی نہریں نکلتی چلی گئی ہیں، جن کا سورۂ محمد کی آیت میں ذکر ہوا۔

نہر کوثر:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (معراج کی رات کو) میں جنت سے گذر رہا تھا، ایک ایسی نہر سامنے آئی جس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے قبے تھے، فرشتہ (جو میرے ساتھ تھا اس سے میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ کوثر ہے، جو اللہ تعالی نے آپ کو عنایت فرمائی ہے، اس کے بعد فرشتہ نے اس کی مٹی میں اپنا ہاتھ مار کر مشک نکالا، پھر میرے سامنے سدرۃ المنتہیٰ بلند کیا گیا، اس کے پاس بہت بڑا نور دیکھا۔ (ترمذی شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کوثر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے جو اللہ تعالی نے مجھے عنایت فرمائی ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شریں ہے۔ (ترمذی شریف)

جنت کے چشمے:

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیُ ظِلاَلٍ وَّعُیُوْنٍ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا یَشْتَهُوْنَ كُلُوا وَاشْرَبُوْا هَنِیْئاً بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ (سورة مرسلت پ۲۹/ع۲۲)

البتہ جو ڈرنیوالے ہیں وہ سایہ میں ہیں (یعنی اول عرش کے پھر جنت کے سایوں میں) اور نہروں میں اور میوے جس قسم کے وہ چاہیں، کھاؤ اور پیؤ مزے سے، بدلہ ان کاموں کا جو تم نے کئے ہے۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

جنت کے مشروبات:

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوراً عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُاللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْراً (سورة دهر پ۲۹/ ع۱۹)

بے شک نیک لوگ ایسے جام سے (شرابیں) پیئں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی، ایسے چشمے سے جس سے خدا کے (خاص) مقرب بندے نوش کریں گے اور جس کو وہ (خاصان خدا جہاں چاہیں گے) بہا کر لیجائیں گے۔(بیان القرآن)

وَیُسْقَوْنَ فِیْهَا كَأْساً كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِیْلاً عَیْنًا فِیْهَا تُسَمّٰی سَلْسَبِیْلاً۔(سورۃ دھر پ ۲۹/ع۱۹)

اور وہاں ان کو (علاوہ جام شراب مذکور کے) ایسا جام شراب پلایا جائے گا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی، یعنی ایسے چشمے سے جو وہاں ہوگا، جس کا نام سلسبیل ہوگا (ترجمہ حضرت تھانویؒ) دنیا کا کافور اور سونٹھ نہ سمجھ لیا جائے، جنت کا کافور اور سونٹھ شراب کے مزے کو دوبالا کرے گا۔

جنتیوں کا لباس اورزیور:

''اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ آمَنُوْ وَعَمِلُو الصّٰلِحٰتِ جنٰتٍ تَجْرِی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤلُؤاً وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ''(سورہ حج پ۱۷/ ع ۱۰)

اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور پوشاک ان کی وہاں ریشم کی ہوگی۔(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اہل جنت کا تاج:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت کے سروں پر تاج ہوں گے، جن میں سے ادنی موتی (کی چمک) اس قدر ہوگی کہ وہ مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن کر سکتا ہے۔(ترمذی شریف)

اہل جنت کے بستر:

''مُتَّكِئِیْنَ عَلَی فُرُشٍ بَطآئِنُهاَ مِنْ اِسْتَبْرَقٍ'' (سورۃ رحمان پ ۲۷/ع ۱۳)

وہ لوگ تکیہ لگائے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے۔(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

قاعدہ ہے کہ ابرہ بہ نسبت استر کے زیادہ نفیس ہوتا ہے پس جب استر استبرق کا ہوگا تو ابرہ کیسا کچھ ہوگا۔

اہل جنت کے خدام ومطعومات وظروف:

''یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ بِاَكْوابٍ وَّاَبَارِیْق وكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ لَایُصَدَّعُوْنَ عَنْهاَ وَلاَ یُنْزِفُوْنَ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ وَلَحْمِ طَیْرٍ مِمَّا یَشْتَهُوْنَ''(سورۃ واقعہ پ ۲۷/ع ۱٤)

ان کے آس پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، یہ چیزیں لے کر آمدورفت کیا کریں گے، آبخورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا، نہ اس سے ان کو درد سر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا اور میوے جن کو وہ پسند کریں گے اور پرندوں کا گوشت جوان کو مرغوب ہوگا۔(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

اللہ تعالیٰ اہل جنت کی خدمت کے لیے ایسے لڑکے پیدا فرماتے ہیں جو ہمیشہ نو عمر رہیں گے یہ بھی بالکل نئی مخلوق ہے جن کا توالد انسان کی طرح نہیں ہوا؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرمادیا ہے، اور حکمت ان کے خادم بنانے میں فرحت ہے بلاشہوت، سورۂ طور میں غلمان کو لؤلؤ مکنون سے تشبیہ دی ہے، یعنی وہ لڑکے حسن اور چمک میں اور رنگ کی صفائی ستھرائی میں اس موتی کی طرح ہوں گے جو سیپی میں چھپا رہتا ہے، جس پر گرد و غبار کا گزر نہیں ہوتا، سورۃ الدہر میں لؤلؤ منثورا فرمایا ہے، یعنی وہ لڑکے بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح ہوں گے؛ کیونکہ خدمت میں لگے ہوئے ہر طرف چل پھر رہے ہوں گے، بعض صحابہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جب خادم کی خوبصورتی کا یہ عالم ہے، تو مخدوم کا کیا حال ہوگا، اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ مخدوم کو خادم پر اس جیسی فضلیت ہوگی جیسی چودھویں کے چاند کو تمام ستاروں پر ہوتی ہے، جنت میں کھانے پینے کے لیے بے پناہ نعمتیں ہوں گی، جب جنت میں قیام ہوگا تو برابر کھاتے پیتے رہیں گے، باری تعالیٰ نے فرمایا''وَفَاكِهةٍ مِمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ'' اور

میوے جن کو وہ پسند کریں گے "وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ" اور پرندوں کا گوشت جوان کو مرغوب ہوگا "وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ" اور تمہارے لیے اس (جنت) میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلا شبہ جنتی جنت میں کھائیں گے، پیئں گے؛ لیکن نہ تھوکیں گے، نہ پیشاب پاخانہ کریں گے، نہ ناک صاف کرنے کی ضرورت ہوگی، صحابہ کرام نے عرض کیا کھانے کا کیا ہوگا؟ (یعنی جب پیشاب پاخانہ نہ ہوگا تو ہضم ہو کر فضلہ کیسے نکلے گا) آپ نے فرمایا کہ ڈکار آئے گی اور مشک کی طرح (خوشبودار) پسینہ آئے گا (اس ڈکار اور پسینہ سے پیٹ خالی ہو جائے گا اللہ کی تسبیح اور تعریف اس طرح بلا اختیار جاری ہوگی، جیسے تم کو بلا اختیار سانس آتا ہے۔ (مسلم شریف)

سورۂ زخرف میں فرمایا گیا ہے "يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ" ان کے پاس سونے کے پیالے اور گلاس لائے جائیں گے، سورۂ دہر میں فرمایا "وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرًا قَوَارِيرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا" اوران کے پاس (کھانے پینے کی چیزیں پہنچانے کے لیے) چاندی کے برتن لائے جائیں گے اور آبخورے (بھی لائے جائیں گے) جو شیشے کے ہوں گے (اور) وہ شیشے چاندی کے ہوں گے جن کو بھرنیوالوں نے مناسب انداز سے بھرا ہوگا، ان آیات سے معلوم ہوا کہ اہل جنت کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے۔

اهل جنت کی بیویاں:

لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالعِبَادِ (سورۃ ال عمران پ ۳/ع ۱۰)

ایسے لوگوں کے لیے جو (اللہ سے) ڈرتے ہیں ان کے مالک (حقیقی) کے پاس ایسے ایسے باغ ہیں جن کے پائیں میں نہریں جاری ہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور (ان کے لیے) ایسی بیویاں ہیں جو صاف ستھری کی ہوئی ہیں اور (ان کے لیے) خوشنودی ہے اللہ تعالی کی طرف سے اور اللہ تعالی خوب دیکھتے (بھالتے) ہیں بندوں کو۔ (ترجمہ حضرت تھانوی)

پاکیزہ بیویاں یعنی ظاہری میل کچیل، حیض ونفاس، پاخانہ، پیشاب بلغم، تھوک، منی اور بچہ جننے سے پاک ہونگی، دنیاوی عورتیں جن کا ایمان پر خاتمہ ہوگا مومنین کی بیویاں ہونگی اوران کے علاوہ حورعین میں سے بیویاں دی جائیں گی، دونوں قسم کی بیویاں حسن و جمال اور فریفتگی اور ظاہری و باطنی عمدگی اور اخلاق فاضلہ اور محبت و مودت نیز صفائی ستھرائی میں نہایت ہی اعلی ہوں گی۔

جنتی عورتوں کا حسن وجمال:

"وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ" (سورۃ الصٰفٰت پ ۲۳/ع ۶)

اوران کے پاس نیچی نگاہ والی بڑی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی گویا کہ وہ بیضے ہیں جو چھپائے ہوئے رکھے ہیں (تشبیہ محض صفائی میں ہے، رنگت میں نہیں) "فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌ" ان میں نیچی نگاہ والیاں (حوریں) ہونگی ان (جنتی) لوگوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا اور نہ کسی جن نے "كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ" گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔ (سورہ رحمٰن)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ" کی تشریح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جنتی مرد (جو جنتی عورت کا شوہر ہوگا اسکے چہرے پر نظر ڈالے گا تو اس کا رخسار آئینہ سے زیادہ صاف نظر آئے گا اور جنتی عورت پر جو موتی ہوں گے ان میں ادنی موتی مشرق ومغرب کے درمیان کو روشن کرسکتا ہے اور اس پر ستر جوڑے ہوں گے جو اس قدر

شفاف ہوں گے کہ ان کے اندر کو نظر پار ہو جائے اور جنتی مرد اس کے کپڑوں کے باہر سے اس کی پنڈلی کا گودا دیکھ لے گا۔

حورعین :

وَزَوَّجۡنٰهُمۡ بِحُوۡرٍ عِيۡنٍ اور حورعین کے ساتھ ہم ان کا بیاہ کر دیں گے، حورعین وہ عورتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے جنتی مردوں کے لیے پیدا فرمایا ہے، یہ عورتیں دنیا والی مومن عورتوں کے علاوہ ہوں گی۔

جنتی مردوں کی بیویاں :

حدیث میں ہے کہ ادنیٰ جنتی کے لیے دنیاوی بیویوں کے علاوہ بہتر بیویاں ہوں گی۔

جنتی مرد کی قوت مردانہ :

اہل جنت کی بیویاں زیادہ ہوں گی، اس لیے ان کی قوت مردانہ بھی بڑھا دی جائیگی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سو مردوں کی طاقت دیدی جائیگی۔

جنت کا بازار:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جنت میں ایک بازار ہے، جس میں جنتی ہر جمعہ کو جایا کریں گے، وہاں شمالی ہوا چلے گی جو جنتیوں کے چہروں اور کپڑوں کو خوشبو سے بھر دیگی اور ان کے حسن وجمال میں اضافہ ہو جائے گا، پس وہ خوب زیادہ حسین وجمیل ہو کر اپنے گھر والوں کے پاس واپس جائیں گے، گھر کے لوگ کہیں گے کہ قسم ہے خدا کی ہم سے جدا ہونے کے بعد تمہارا حسن وجمال اور بڑھ گیا، اس کے بعد وہ کہیں گے کہ خدا کی قسم ہمارے بعد تمہارے حسن وجمال میں بھی اضافہ ہو گیا۔

جنت کی سب سے بڑی نعمت دیدار الٰھی :

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس اثنا میں کہ جنتی اپنی نعمتوں میں ہوں گے، اچانک اوپر سے ایک نور روشن ہوگا، چنانچہ سب سروں کو اوپر اٹھائیں گے اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے اوپر پروردگار عالم ہیں، ان حضرات کے دیکھنے پر رب تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے السلام علیکم یا اہل الجنۃ اے اہل جنت تم پر سلام ہو۔

گنہ گارمسلمانوں کا دوزخ سے نکل کر جنت میں داخل ھونا:

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں داخل ہو جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو، چنانچہ نکال لیے جائیں گے، جو جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے، لہٰذا ان کو نہر الحیوۃ میں ڈالدیا جائے گا، ایک حدیث میں ہے کہ وہ حضرات موتی کی طرح نہر الحیاۃ سے نکل کر جنت میں داخل ہوں گے۔

کیا ھے کوئی جنت کا طلبگار:

جنت کے حالات آپ نے پڑھ لیے، وہاں کی نعمتوں کی تفصیلات معلوم کر لیں، اگر جنت کی آرزو وتمنا ہے تو جنت اتنی سستی نہیں ہے کہ بغیر ایمان واعمال صالحہ کے مل جائے باری تعالیٰ نے فرمایا "اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰى مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَنَّةَ "(سورۃ توبہ پارہ ۱۱/ع ۳)

اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔(ترجمہ شیخ الہند)

اے جنت کے چاہنے والوں! جان اور مال کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق استعمال کرو۔

بہر غفلت یہ تیری ہستی نہیں
دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گزر دنیا ہے یہ بستی نہیں
جائے عیش وعشرت ومستی نہیں

//////☆☆☆☆☆//////

کشکول

تمہارا ایمان ہرگز صحیح نہیں

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

صاحبو! تم سیر ہو کر کھاتے ہو، حالانکہ تمہارے پڑوسی بھوکے ہیں اور پھر یہ دعویٰ کہ ہم مومن ہیں، تمہارا ایمان ہرگز نہیں، حالانکہ تم میں سے ایک شخص کے سامنے اتنا زیادہ کھانا ہوتا ہے جو اس سے اور اس کے بال بچوں سے فاضل ہے اور سائل دروازے پر کھڑا رہ کر ناکام واپس ہو جاتا ہے، قریب ہے کہ وہ وقت کہ تجھ کو اپنا حال معلوم ہو جائے گا، یعنی عنقریب تجھ کو بھی رد کر دیا جائے گا، تجھ پر افسوس، تو کھڑا کیوں نہ ہو گیا کہ جو کچھ تیرے سامنے رکھا ہوا تھا اس کو اٹھاتا اور اسے دے دیتا کہ دونوں خصلتوں کا جامع بن جاتا، یعنی خود کھڑے ہونے میں تواضع اور اپنے مال کے دینے میں سخاوت، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سائل کو اپنے ہاتھ سے دیا کرتے تھے، خود ہی اپنی اونٹنی کو چارہ ڈالتے، خود ہی اس کا دودھ دوہتے، اور خود ہی اپنا کرتا سی لیا کرتے تھے، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا دعویٰ کس طرح کرتے ہو؟ حالاں کہ آپ کی مخالفت کر رہے ہو، آپ کے اقوال و افعال میں سب میں، تمہارا دعویٰ تو بڑا لمبا چوڑا ہے، مگر گواہ کوئی نہیں، کہاوت کہی جاتی ہے کہ یا تو ''خالص یہودی بن ورنہ توریت کی محبت مت بگھار'' اسی طرح میں تجھ سے کہوں گا کہ ''یا تو اسلام کی جملہ شرائط کا پابند ہو ورنہ یوں مت کہہ کہ میں مسلمان ہوں'' اسلام کی شرائط بجالاؤ اور اسلام کی حقیقت یعنی حق تعالیٰ کے سامنے گردن جھکانے اور سب کچھ اس کے حوالے کر دینے کو اختیار کرو، آج تو مخلوق کی غم خواری کر، کل حق تعالیٰ اپنی رحمت سے تیری غم خواری فرمائے گا، تو زمین والوں پر رحم کر تجھ پر آسمان والا رحم کرے گا، اس کے بعد کچھ اور تقریر کی اور پھر فرمایا: جب تک تو اپنے نفس کے ساتھ ہے اور جب تک تو اس کو اس کی لذتیں اور خواہشیں پہنچاتا رہے گا، اس وقت تک تو اس کی قید میں ہے، اس کا حق تو اس کو پورا دے اور اس کی خواہش سے تو اس کو باز رکھ، اس کا حق اس تک پہنچا دینے میں اس کی بقا ہے اور اس کی خواہش پہنچانے میں اس کی ہلاکت ہے، اس کا حق تو صرف اتنی مقدار کھانا اور پانی اور کپڑا اور پڑے رہنے کے قابل مکان ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں، اور اس کا حظ لذتیں اور خواہشات ہیں اور کا حق بھی شریعت کے ہاتھ سے لے اور اس کے حظ کو تقدیر اور حق تعالیٰ کے علم سابق کے حوالے کر اسکو حلال غذا کھلا، حرام مت کھلا، شریعت کے دروازے پر بیٹھ اور پابندی کے ساتھ اس کی خدمت کرتا رہ کہ ضرور فلاح پائے گا، کیا تو نے حق تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا کہ جو کچھ تم کو رسول دیں اس کو لے لو اور جس سے وہ تم کو منع کریں اس سے باز رہو، تھوڑے پر قناعت کر اور اسی پر اپنے نفس کو جمائے رکھ، پھر اگر علم سابق اور تقدیر کے ہاتھ سے زیادہ آئے گا تو اس میں خود ہی مشغول ہو جائے گا، جب تھوڑے پر قناعت کرے گا، تو تیرا نفس ہلاک نہ ہوگا اور جو کچھ اس کے مقسوم میں ہے اس سے جانہ سکے گا، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مومن کو اتنی مقدار کافی ہے جتنی بکری کے بچے کو کافی ہے، یعنی ایک مٹھی ناقص چھوارے اور ایک گھونٹ پانی''۔

//////☆☆☆☆//////

C:\INPAGE24\A027.tif
not found.

تبصرے

نئی کتابوں پر تبصرہ

مولانا محمد نظام الدین ندوی استاذ مرکز احیاء الفکر الاسلامی

نام کتاب: ماں
مؤلف: مولانا بختیار ثاقت قاسمی
صفحات: ۱۶۴/
قیمت: ۱۵/روپئے
ناشر: کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند

ماں محبت وشفقت، ہمدردی وغمگساری اولاد کے لیے راحت وسکون کا مجسمہ اور صبر واستقامت، عفت وعصمت، حیاو پاکبازی کا پیکر ہے اور اس کی عظمت ومنزلت، طہارت وپاکیزگی ابتدائی مرحلے سے ہی ہر صالح اور نیک اولاد کے دلوں میں نقش کالحجر کی طرح بیٹھ جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب وملت میں ماں کی عظمت اور تقدس مسلم رہی ہے اور اس کی خدمت واطاعت کو عین عبادت تصور کیا گیا ہے، اسلام نے بھی نہ صرف اس کی تائید کی بلکہ اس کی خدمت کو توحید الٰہی کے بعد اصل الاصول قرار دیا اور اس کی خوشنودی میں اللہ کی خوشنودی منحصر قرار دے کر اس کے قدموں تلے جنت کی خوشخبری دی۔

زیر تبصرہ کتاب ''ماں'' موجودہ وقت کے نامور قلم کار اور مشہور صحافی مولانا بختیار ثاقت قاسمی کی تازہ تصنیف ہے، جس میں انہوں نے ماں کی عظمت وتقدس، صبر واستقامت حیاء وپاکیزگی اولاد کے حق میں ماں کی دعائیں، حضور حق میں اس کی مناجاتیں، اس کے نصیحت آمیز خطوط اور ماں کی ذمہ داریوں جیسے اہم عنوانات کے تحت بڑے ہی خوبصورت انداز میں گفتگو کی ہے، امید ہے کہ اس کے مطالعہ سے ماں کی عظمت وتقدس ایک مخلص قاری کے دل ودماغ میں بآسانی بیٹھ جائے گی اور ایک ماں کو بھی اس کے مطالعہ سے اپنے لخت جگر اور نور نظر کی تعلیم وتربیت کا مثالی خاکہ ذہن میں بنانے کا موقع ملے گا۔

کتاب دارالعلوم دیوبند کے شعبہ صحافت کے استاذ مولانا کفیل احمد علوی کے مقدمہ اور مولانا محمد فیاض قاسمی کے تائیدی کلمات سے مزین ہے، سرورق نہایت دیدہ زیب ہے۔

نام کتاب: حافظ قرآن بنئے
مرتب: مولانا محمد حفیظ اللہ ندوی
صفحات: ۶۴/
ناشر: ادارۃ الصدیق ویلفیر سوسائٹی رجسٹرڈ

اس کتاب میں مرتب نے قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کی روشنی میں حفظ قرآن، تلاوت قرآن، آداب تلاوت، بچپن اور بڑی عمروں میں حفظ قرآن کے فضائل کو بڑے مؤثر اور تحقیقی انداز میں پیش کیا ہے، اس کے تعلق سے قرآن وحدیث اور اقوال سلف کو لکھنے کے بعد اکثر جگہوں پر انہوں نے تشریحی نوٹ بھی لکھا ہے، تاکہ قاری کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

مجموعی طور پر یہ کتاب قابل مطالعہ اور درجہ حفظ کے طلبہ کے لیے حد درجہ مفید ہے، اس کے علاوہ کتاب میں علماء وصلحاء امت کی تصدیقات اور تائیدی کلمات بھی شامل ہیں، جن کی وجہ سے کتاب کی اہمیت بڑھ گئی ہے، طباعت عمدہ، انداز بیان شگفتہ اور سہل ہے۔

نام کتاب: تذکرۂ رسول عربی (سوال وجواب کے آئینے میں)
مؤلف: مولانا حبیب اللہ قاسمی
صفحات: ۱۶۴/ قیمت ۱۵/روپئے
ناشر: کتب خانہ البلاغ، دیوبند

زیر مطالعہ کتاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ایک ایسی کتاب ہے جو عصر حاضر کے مزاج خصوصاً مدارس اور اسکول وکالج میں پڑھنے والے طلبہ کی سہولیات کو سامنے رکھ کر مرتب کی گئی ہے، کتاب چونکہ سوال وجواب کے انداز میں مرتب ہے اس لیے، اس سے حضور صلی اللہ علیہ کی سیرت کو یاد کرنے میں نہ صرف آسانی ہوگی؛ بلکہ بہت کم وقت میں سیرت کا ایک مکمل خاکہ طلبۂ اور نوجوانوں کے ذہن میں محفوظ ہوجائے گا۔

کتاب مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ العالی اور دیگر علماء کرام کی تصدیقات سے مزین ہے، امید ہے کہ یہ کتاب علمی اور عوامی حلقے میں مقبولیت کی نظر سے دیکھی جائے۔

مراسلات

Markazu Ihyail Fikril Islami Muzffarabad.Saharanpur(u.p)

مکرمی ومحترمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل شام کوآنجناب کا گرامی نامہ صادر ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ میری تحریر اتنی زیادہ بدخط ہوتی ہے کہ پڑھی نہیں جاتی اوراسی وجہ سے وہ آپ کے مؤقر مجلّے میں شائع نہ ہوسکی، یہ جواب ابھی آنجناب نے ازراہ کرم میرے دوخطوں کے بعدارسال فرمایا۔

اگرناچیز کی تحریروں کی کوئی وقعت ہوتی توان کے موصول ہونے کے بعدوہ واپس کی جاسکتی تھی، تاکہ خوش خط لکھواکر بھی بھیج دیتا۔

جواب نہ دینے اوراس درجے تک ان تحریروں کوڈالے رکھنے کی مصلحت سمجھ میں نہیں آتی۔

باقی ناچیز کے بارے میں آپ نے جوکچھ تحریرفرمایاہے وہ محض حسن ظن ہے۔

خاکسار

محمد ہاشم قدوائی

مدیرمحترم مولانامحمد مسعودعزیزی ندوی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدازسلام مسنون!

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیرہوں گے، نقوش اسلام کا تازہ شمارہ اپنی تمام ترجلوہ سامانیوں کے ساتھ ہم دست ہوا، نام توپہلے بھی سنا تھا آج صورت بھی دیکھ لی، رسالہ کوپڑھا ماشاء اللہ مضامین دلکش اور پرمغز اسلامی معلومات سے بھرپوراورفکروتخیلات کے دریچوں میں سما جانے والے، یقیناً نقوش اسلام نے صحافت میں ایک مستقل جگہ بنالی ہے، جسے کوئی ادب نواز نظرانداز نہیں کرسکتا، آپ کی محنت وکاوش برابررنگ لارہی ہے اورآپ کی فکری کاوشوں اوراصلاحی کوششوں کے انمٹ نقوش ونگارشات افادۂ خاص وعام ہورہی ہیں، اللہ تعالی اس کونظربد سے بچائے اورترقی کی راہوں پرہمیشہ گامزن رکھے، آمین

والسلام

عبدالغفورقاسمی

مدرسہ اسلامیہ قرآنیہ فیض العلوم، یمنانگر، ہریانہ

محترم جناب مسعودصاحب عزیزی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ پاک کی مہربانی سے اورآپ سب کی دعاؤں سے اب میں عمر کے 95 سال پورے کرچکاہوں پھربھی آپ کے ماہنامہ ''نقوش اسلام'' دیکھنے کی والہانہ خواہش بنی رہتی ہے اورمیرا خریداری نمبر 201 ہے، بہت افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ کافی دنوں سے کوئی پرچہ نہیں مل رہاہے، مہربانی کرکے جنوری، فروری ۲۰۰۷ء کے دونوں پرچے فوراً بذریعہ ڈاک روانہ فرمائیں، توآپ کی بڑی ذرہ نوازی ہوگی، جواب کا منتظرآپ کا دیرینہ خادم

عظیم اللہ قریشی

منجھریا، راجہ باری، پی پی گنج، گورکھپور

محترم عزت مآب جناب مدیرصاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خداتعالی آپ کومع جملہ اصحاب بیت اورعملۂ ادارہ بخیررکھے، میراارادہ تھا کہ خودآپ کی خدمت میں حاضرہوں، مگرموقع سازگارنہ ہونے کے باعث سفرکوملتوی کرنا پڑاہے، ایک مضمون بعنوان ''عصرحاضر میں امت مسلمہ کاارتقاء کیسے ممکن'' آپ کے مؤقررسالہ کے لیے ارسال کررہاہوں، میں نقوش اسلام کا مطالعہ کرتارہتاہوں یقیناً رسالہ کامعیار بلند ہے، اگر مضمون رسالہ سے مطابقت رکھتاہوتوشامل فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔ والسلام

محمد عمران جماپوری

متعلم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

نوٹ

مراسلہ صاف اورخوشخط تحریرفرمائیں، نیز کاغذ کے ایک طرف ہی تحریرکرکے بھیجیں، ناقابل اشاعت ہونے پرآپ کی تحریرواپس کرنے سے ادارہ معذورہوگا۔ (ادارہ)

حالات حاضرہ

عالمی خبریں News World

حافظ عبدالستار عزیزی

بیت التمویل الکویتی کا بیت الزکاۃ کے ساتھ خیراتی پروجیکٹوں کے نفاذ کے لیے اتفاق

کویت- بیت التمویل الکویتی اور بیت الزکاۃ کے درمیان یہ اتفاق ہوا ہے کہ اندرون ملک اور بیرون ملک میں ترقیاتی اور خیراتی منصوبوں کے نفاذ میں بیت الزکاۃ تعاون کرے گا، تاکہ بیت التمویل الکویتی کو ترقیاتی اور فلاح وبہود کے کاموں اور منصوبوں میں تعاون مل سکے۔

اس قرارداد میں یہ صراحت بھی ہے کہ بیت الزکاۃ ہر اس خیراتی منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا ذمہ دار ہے جو بیت التمویل الکویتی پاس کرے یا جس کے نفاذ کے لیے بیرون اور اندرون ملک ترغیب دے، اس طرح بیت الزکاۃ ان تمام درخواستوں کی تفتیش بھی کرے گا جو مدد کے لیے مختلف جگہوں سے بیت التمویل میں آتی ہیں۔

مزید یہ کہ بیت الزکاۃ کسی منصوبہ کے نفاذ کے لیے ایک درخواست پیش کرے گا جس میں منصوبہ کا نام، منصوبہ کی جگہ اور اس کی تنفیذ کے لیے جو اسٹمیٹ ہو اس کی وضاحت ہوگی اور اس کی تنفیذ کی مدت درج ہوگی۔

اور بیت الزکاۃ کے ڈائریکٹر عبدالقادر العجیل نے بروز اتوار ۲۱/۱/۲۰۰۷ء کو کہا کہ یہ خوش آئند قدم ہے، جو بیت الزکاۃ کی سرگرمیوں اور خدمات کو مزید مضبوط کرنے میں اہم اور فعال کردار ادا کرے گا۔

دوسری طرف بیت التمویل کے ڈائریکٹر محمد العمر نے اس بات پر زور دیا ہے کہ معاشرہ کو ترقی یافتہ بنانے اور زکوۃ کے مخصوص مال کی حفاظت کے ساتھ ساتھ بیت التمویل کے اہم منصوبوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ ان تمام منصوبوں کو بھی پورا کرے جس سے ہمارا معاشرہ کے لیے زندگی کے مختلف میدانوں میں فلاح وبہود کی راہ پر گامزن ہونے میں معاون ہوں، اس طرح ان تمام منصوبوں پر عمل کیا جائے جو اندرون اور بیرون ملک ضرورتمندوں کے لیے نفع بخش ہوں۔

مرکز میں ایک بڑے وفد کی حاضری

مورخہ ۱۸/فروری مطابق ۲۹/محرم الحرام کو اسلامک پیس فاونڈیشن دہلی کے جنزل سکریٹری مولانا مفتی اعجاز ارشد قاسمی کی قیادت میں علماء، سیاسی اور سماجی تنظیموں کے ایک نمائندہ وفد کی مرکز میں تشریف آوری ہوئی، جس میں فاونڈیشن کے مینجنگ ڈائریکٹر مولانا طارق انور قاسمی اور تنظیم ابنائے قدیم کے جنزل سکریٹری مولانا اورنگ زیب قاسمی کے علاوہ موجودہ وقت کے مشہور صحافی مولانا بختیار ثاقب قاسمی، مولانا آفاق عالم قاسمی، مولانا عبدالباسط ندوی، مولانا عباداللہ قاسمی مہتمم المعہد القاسم دیوبند اور مولانا محبوب عالم جیسی اہم شخصیات شامل تھیں، مرکز میں حاضری کے بعد انہو ں نے اس کے تحت چل رہے دونوں اداروں جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ اور جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات کا معائنہ فرمایا اور یہاں کے نظام تعلیم وتربیت کو سراہتے ہوئے، ایک مختصر سی مدت میں اس کی اس درجہ ترقی پر اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

واضح رہے کہ پچھلے چند دنوں سے نصف درجن سے زائد افراد پر مشتمل یہ وفد اسلامک پیس فاونڈیشن کے حوالے سے یوپی اور اترانچل کے دورے پر تھا، جس کا مقصد ان دونوں ریاستوں میں مسلمانوں کی تعلیمی، اقتصادی اور سیاسی صورت حال کا گہرائی سے جائزہ لینا اور آنے والے دنوں میں ان دونوں ریاستوں کے اندر ہونے والے الیکشن میں مسلمانوں کے سیاسی وزن کا اندازہ لگا کر ان کے منتشر ہو رہے ووٹ کو تقسیم سے بچانا اور ان کو آپسی اتحاد واتفاق کے ساتھ کوئی ایسا فیصلہ کرنے پر امادہ کرنا تھا جو ان کے بہتر مستقبل کی ضمانت بن سکے، اس بیچ انہوں نے ان دونوں ریاستوں کی نمائندہ شخصیتوں، علماء، سیاسی جماعتوں، فلاحی تنظیموں اور مسلمانوں کی تعمیر وترقی کے لیے کام کرنے والی مختلف گروپوں سے ملاقات کر کے ان کو ایک دوسرے سے جوڑنے کی کوشش بھی کی، اس دورے کے دوران اس وفد نے دیوبند ہوتے ہوئے، نانوتہ، جلال آباد، تھانہ بھون اور گنگوہ کا دروہ کر کے ان مقامات پر آرام فرما بزرگان دین کے مزارات پر بھی حاضری دی اور پھر دیگر تاریخی مقامات کا معائنہ کرتے ہوئے دہلی روانہ ہوگیا۔